مذہبِ شیعہ

نتیجۂ فکر

شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدّین سیالوی قدس سرہ العزیز

آستانہ عالیہ سیال شریف

باہتمام

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

مکتبہ کاروانِ قمر ایس ٹی ۳۱ بلاک نمبر ۲ کہکشاں کلفٹن کراچی

17-36

17

مذہبِ شیعہ

نتیجۂ فکر

شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ **محمد قمر الدّین سیالوی** قدس سرہ العزیز

آستانہ عالیہ سیال شریف

باہتمام

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

مکتبہ کاروانِ قمر ایس ٹی ۳۱ بلاک نمبر ۲ کہکشاں کلفٹن کراچی

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

84426

نام کتاب : مذہبِ شیعہ

مصنف : شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔

باہتمام : سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی دامت برکاتہم العالیہ۔

اوراق بندی : شفاعت الرسول بھٹی۔

ٹائٹل ڈیزائنر : سید محمد اویس شاہ چشتی قادری ترمذی سیالوی 03442514370

ناشر : مکتبہ کاروانِ قمر جامعہ سلیمانیہ ایس ٹی ۳۱ بلاک ۲ کہکشاں کلفٹن کراچی۔

اشاعتِ چہارم: جون ۲۰۱۰ء

تعداد : ۱۰۰۰

صفحات : ۱۱۸

قیمت : روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سرگودھا

☆ ادارہ تعلیماتِ اسلاف۔ لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور۔

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز انفال سینٹر اردو بازار کراچی۔

Marfat.com

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ و اصحابہ اجمعین

قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق ایمان کے بعد اعمال کا مرتبہ ہے۔ رسولِ اکرم ﷺ نے پہلے اصلاحِ عقائد کی تبلیغ پھر اعمال کی ترغیب فرمائی۔ فیضانِ نبوت اور انوارِ رسالت سے جیسے جیسے بُعد ہونے لگا، شریعت اسلامیہ میں نت نئے فرقوں کا آغاز ہو گیا۔ غیب دان نبی ﷺ نے پہلے ہی تہتر فرقوں سے آگاہ فرما دیا تھا۔ دشمنانِ اسلام کی منظم سازشوں سے نت نئے باطل فرقے ایجاد ہوئے۔ رافضیت، نجدیت، خارجیت اور مرزائیت کے علاوہ متعدد فرقے معرض وجود میں آئے جن کا رد علمائے اسلام ہر دور میں کرتے آئے ہیں۔

صوفیائے کرام اور بزرگانِ دین ہر قسم کے فروعی جھگڑوں سے الگ ہو کر فیضانِ نبوت کی خیرات تقسیم کرتے رہے محبت واخوت اور اعلیٰ اخلاق و کردار کے ذریعے رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ لیکن جب فرق باطلہ شانِ رسالت اور ختمِ نبوت میں ڈاکہ زنی کرنے لگے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی شانِ اقدس میں گستاخیاں، بے باکیاں مسلسل ہونے لگیں تو وہ خانقاہوں سے نکل کر رسمِ شبیری ادا کرنے کیلئے میدان عمل میں آ گئے۔ گذشتہ صدی میں رافضی فرقے کی، محبت اھلِ بیت کی آڑ میں، صحابہ کرام علیھم الرضوان کی شان میں گستاخیاں حد سے بڑھنے لگیں تو تاریخ ساز شخصیت، جامع کمالات، محققِ اعظم، بے مثال فقیہ، لاجواب مناظرِ اسلام، مایہ ناز مفسر، محدثِ اعظم، شیخ طریقت، رہبر شریعت، غوث زماں نے عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کا حق ادا کیا۔ جنہیں اپنے بیگانے شیخ الاسلام کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخصوص فرقے کا اصل چہرہ دکھانے کیلئے قلم اٹھانا پڑا۔ آپ کے والد گرامی مجاہد اعظم حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انگریز اور فرقہ باطلہ بالخصوص فتنہ قادیانیت کیلئے شمشیر بے نیام تھے، انہی کے زیر سایۂ حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کی سرکوبی کی تربیت پائی۔ آپ ہر میدان کے شہسوار تھے۔ ملکی سیاست ہو یا دینی قیادت ہر اعتبار سے معاشرہ کی اصلاح فرمائی۔ اربابِ اقتدار کے سامنے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دیا۔

فرقہ باطلہ، یہودیت، عیسائیت، دہریت، نجدیت، مزارئیت، خارجیت، منکرین حدیث اور رافضیت کی تردید میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتیں وقف کر رکھی تھیں۔ غیر مسلم اور

Marfat.com

بدعقیدہ لوگوں سے مناظرے کئے۔ بحمد اللہ آپ ہمیشہ مخالفین کو شکست دے کر کامیاب و کامران رہے۔ تحریر اور تقریر میں اپنے مسلک کی تائید میں مخالفین کے اعتراضات کے جوابات انہی کی کتابوں سے مرحمت فرماتے۔ آپ نے اپنے تحریر کردہ رسالہ ''عیسائی مذہب'' میں یہی طریقہ اختیار فرمایا اور ثابت کیا کہ موجودہ اناجیل اپنی اصلی حالت میں نہیں پائی جاتیں اور ان میں تضاد بھی ہے۔

شہرہ آفاق کتاب ''مذہبِ شیعہ'' میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ اہلِ تشیع حضرات کے عقیدہ کی بنیاد تقیہ (جھوٹ) پر ہے۔ انہوں نے تقیہ کو اصولِ دین قرار دیا ہے۔ ان کا یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے منافی ہے۔ اہلِ تشیع حضرات کو اپنے عقائد ہی معلوم نہیں وہ عقائد اہل سنت کیا جانیں۔ اس بے مثل کتاب کا جواب آپ کی زندگی میں کسی کو دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ بعد از وصال (کئی سال بعد) ''ڈھکوی صاحب'' نے رسالہ لکھ کر جواب دینے کی ناتمام سعی کی۔ بحمد اللہ آپ کے فیض یافتہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی نے بنام ''تحفہ حسینیہ'' تین ضخیم جلدوں میں دنداں شکن جواب لکھ کر اہلِ تشیع کے قلم توڑ ڈالے۔ کتاب ''مذہب شیعہ'' کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ چار مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں چھپ کر مختلف مکاتب فکر، بلکہ ہر خاص و عام سے دادِ تحسین حاصل کر چکی ہے۔

حضور امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف بھی اسلافِ کرام اور اپنے آباءِ عظام کی امانتوں کے امین ہیں۔ اپنے بزرگوں کی اتباع میں دشمنانِ اسلام و گستاخانِ رسول و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سرکوبی کیلئے اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ اتحادِ اہلسنت کا معاملہ ہو یا تاجدارِ ختم نبوت آپ کی مساعی جمیلہ امت مسلمہ کیلئے وقف ہیں۔

اللہ کریم اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل بوسیلہ خاندانِ چشت آپ کا سائیہ عاطفت تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم فرمائے۔ آمین

یارب صل و سلم دائماً ابداً   علیٰ حبیبک خیرا لخلق کلھم

سید ابوالحسن شاہ منظور ہمدانی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ سید المرسلین محمدٍ وّ آلہٖ

و اصحٰبہٖ اجمعین ط

اما بعد !

آج کل خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کے انکار میں جس شور اور شر کے مظاہرے کئے جا رہے ہیں اور امتِ مرحومہ کی آخرت تباہ کرنے اور اس دنیا میں افتراق و انشقاق اور فتنہ و فساد کی آگ مشتعل کرنے میں جو ہنگامے برپا کئے جا رہے ہیں اور اس تمام فتنہ پردازی اور شر انگیزی پر پردہ ڈالنے کے لئے محبت و تولیٰ اہلِ بیت (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور ائمہ معصومین صادقین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرا جاتا ہے۔ اگر اہل بصیرت فرقۂ اہلِ تشیع کے نظریات کا بغور مطالعہ کریں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی اور سلف صالحین کے ایمانی جذبات اور ان کی محیر العقول اسلامی خدمات کی انجام دہی اور ان کی عقل و ادراک سے بالاتر قربانیاں بھی مطالعہ کریں تو وہ حضرات نہایت آسانی کے ساتھ یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اہلِ تشیع کے نظریہ اور شریعت اسلامی کے درمیان مکمل مخالفت اور مناقضت کی نسبت ہے اور ان کا دعویٰ محبت اہلِ بیت کرام سراسر بلا دلیل ہے۔ مذہب شیعہ کی ابتداء کیسے ہوئی اور کب؟ اس کے متعلق تو آئندہ صفحات میں عرض کیا جائے گا۔ سر دست یہ گزارش کرنا ہے کہ اہلِ تشیع نے اپنے مخصوص مذہب کی بنا ایسی روایات پر رکھی ہے جو انتہا درجہ محدود ہے کہ احادیث کے عینی شاہد یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کی تعداد تاریخ عالم کی رو سے ڈیڑھ لاکھ کے قریب ہے اور بجز اہلِ تشیع کے باقی تمام اقوام عالم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والوں کی تعداد اس سے کم نہیں بتاتے تو اس قدر تعداد میں سے صرف چار یا پانچ آدمیوں کی روایت قابلِ تسلیم اور باقی

Marfat.com

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی روایات ناقابلِ تسلیم یقین کرتے ہیں۔
دوسرا جن اصحاب سے اور اماموں سے روایتیں لینا جائز بتاتے ہیں ان کے متعلق اس ضروری عقیدہ کا دعویٰ کرتے ہیں کہ تقیہ اور کذب بیانی ان کا دین اور ایمان تھا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) چنانچہ اہلِ تشیع کی انتہا درجہ معتبر کتاب کافی مصنفہ (اہلِ تشیع کے مجتہد اعظم) ابو جعفر یعقوب کلینی میں مستقل باب تقیہ کے لئے مخصوص ہے اور اس کو اصولِ دین میں شمار کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک دو روایتیں امام ابو عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب پیش کرتا ہوں۔

"عن ابن ابی عمیر الاعجمی قال قال لی ابو عبداللہ علیہ السلام یا ابا عمیران تسعة اعشار الدین فی التَّقیة ولا دین لمن لا تقیَّة له"

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شیعہ لن ابی عمیر الاعجمی سے فرمایا کہ دین میں ننانوے فیصدی تقیہ اور جھوٹ بولنا ضروری ہے۔ اور (فرمایا) کہ جو تقیہ (جھوٹ) نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ (باقی دس کی کسر بھی نہ رہی)

دیکھو اصول کافی ص ۴۸۲ اور ۴۸۳ پر بھی کثرت کے ساتھ روایات ہیں۔ جن میں سے دو تین نمونہ کے طور پر پیش کرتا ہوں۔

"عن ابی بصیر قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ؟ قال ای واللہ من دین اللہ"

یعنی ابو بصیر جو امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزیر اور مشیر تھا اور روایت میں اہلِ تشیع کا مرکز ہے کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تقیہ کرنا اللہ کا دین ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ کا دین ہے؟ تو امام صاحب نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہاں تقیہ (جھوٹ) اللہ کا دین ہے۔"

Marfat.com

"عن عبداللہ ابن ابی یعفور عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال اتقوا علیٰ دینکم و احجبوہ بالتقیّۃ فانہ لا ایمان لمن لا تقیّۃ لہ"

یعنی ابن ابی یعفور جو امام عالی مقام صادق علیہ السلام کا ہر وقت حاضر باش تھا وہ کہتا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے مذہب پر خوف رکھو اور اس کو ہمیشہ جھوٹ اور تقیہ کے ساتھ چھپائے رکھو۔ کیونکہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔"

اور ص ۴۸۴ کی روایات میں سے بھی ایک دو روایتیں پیش کرتا ہوں۔

"عن معمر ابن خلاّد قال سئلت ابا الحسن علیہ السلام عن القیام للولاۃ فقال قال ابو جعفر علیہ السلام التقیّۃ من دینی و دین ابائی و لا ایمان لمن لا تقیّۃ لہ"

"یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم کا خاص شیعہ معمر ابن خلاد کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا کہ ان کے نزدیک امیروں اور حاکموں کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تقیہ کرنا میرا مذہب ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔"

اسی طرح اسی صفحہ پر محمد ابن مروان اور ابن شہاب زہری کی روایتیں بھی قابل دید ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ص ۴۸۵ اور ص ۴۸۶ اور ص ۴۸۷ تمام کے تمام یہ صفحات تقیہ، مکر و فریب اور کذب بیانی پر مشتمل روایات سے مملو ہیں۔

صفحہ نمبر ۴۸۶ پر معلی ابن الخنیس کی ایک روایت بھی یاد رکھیں کہتے ہیں۔

Marfat.com

"عن معلى ابن الخنيس قال قال ابو عبدالله عليه السلام یا معلى اكتم امرنا ولا تذعه فانه من كتم امرنا ولم يذعه اعزّه الله به في الدنيا و جعله نوراً بين عينيه في الاخرة تقوده الى الجنة يا معلى من اذاع امرنا ولم يكتمه اذلّه الله به في الدنيا و نزع نوراً بين عينيه في الأخرة و جعله ظلمة تقوده الى النار يامعلى ان التقية من ديني و دين ابائي. ولا دين لمن لا تقية له."

"یعنی امام جعفر صادق صاحب کا خاص شیعہ اور امام صاحب موصوف سے کثیر الروایات معلیٰ ابن الخنیس کہتا ہے کہ امام صاحب نے مجھے فرمایا کہ ہماری باتوں کو چھپاؤ اور ان کو مت ظاہر کرو کیونکہ جو شخص ہمارے دین کو چھپاتا ہے اور اس کو ظاہر نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس چھپانے کے سبب سے اس کو دنیا میں عزت دے گا اور قیامت میں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور پیدا کرے گا جو سیدھا جنت کی طرف اس کو لے جائے گا۔ اے معلیٰ جو شخص ہماری باتوں کو ظاہر کرے گا اور ان کو نہ چھپائے گا تو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس سبب سے اس کو ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں اس کو دونوں آنکھوں کے درمیان میں سے نور سلب کرلے گا اور اس کی بجائے ظلمت اور اندھیرا بھر دے گا جو اس کو جہنم کی طرف لے جائے گا اے معلیٰ تقیہ کرنا میرا دین ہے اور میرے آباؤ اجداد کا دین ہے اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔"

غرضیکہ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر روایتیں ہیں۔ کس کس کو لکھیں؟ اور اہلِ تشیع کی جس کتاب کو دیکھیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ صادقین معصومین کی طرف حق کو چھپانے اور تقیہ اور کذب بیانی پر مشتمل روایات منسوب کرنے کی غرض سے یہ کتاب تصنیف فرمائی گئی ہے۔ چونکہ کتاب کافی کلینی اہلِ تشیع کی تمام کتابوں کا منبع اور

Marfat.com

ماخذ ہے اور تمام کتابوں سے ان کے نزدیک انتہا درجہ معتبر ہے حتیٰ کہ اس کتاب کے شروع میں اس کی وجہ تسمیہ میں جلی قلم سے یہ لکھا ہوا ہے۔

" قال امام العصر وحجۃ اللہ المنتظر علیہ سلام اللہ الملک الاکبر فی حقہ ھذا کاف لشیعتنا۔

یعنی اس کتاب کے متعلق امام حجۃ اللہ المنتظر مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں کے لئے یہ ہی کتاب کافی ہے۔"

تو اسی لئے اس ضروری مسئلہ تقیہ و کتمانِ حق کے ثبوت میں اسی کافی کی روایات کو کافی سمجھتا ہوں۔ دل تو یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک کتاب سے بطور نمونہ ایک ایک روایت پیش کرتا مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جن اصحاب سے یہ روایتیں کرنا اہلِ تشیع جائز سمجھتے ہیں یا بتاتے ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ تقیہ اور کتمانِ حق ان کا عقیدہ تھا۔ اب اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ایک انتہا درجہ محب اور علم بردارِ تشیع جو نہی ان حضرات سے کوئی حدیث سنے گا اور کسی امر کا اظہار معلوم کرے گا تو اس کے لئے یہ یقین کرنا ضروری ہے کہ صحیح اور حق بات تو قطعاً انہوں نے فرمائی ہی نہیں جو بھی ان سے روایت کی گئی ہے سراسر بے حقیقت اور واقعات کے خلاف ہے اور نفس الامر کے معاکس ہے۔ وہ بھلا اپنا اور اپنے آباؤ اجداد کا دین کیسے چھوڑ سکتے ہیں یا ان کے وہ حاضر باش اور رات دن کے خدمت گزار جنت کو چھوڑ کر جہنم کا راستہ کیسے اختیار کر سکتے ہیں؟ تو لہٰذا جو روایات بھی اہل تشیع کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں اور جلسوں اور محفلوں میں بلکہ آج کل تو لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ بڑی بلند آہنگی کے ساتھ بیان کی جاتی ہیں۔ سراسر کذب اور واقعات کے خلاف ہیں۔

کون محبِ اہلِ بیت اور کون شیعہ ائمہ طاہرین کے صریح اور واضح و غیر مبہم تاکیدی حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بے دین و بے ایمان جہنمی اور ذلیل ہونا پسند کرے گا؟ اس مقدمہ کو اہلِ فکر کے غور و خوض کے سپرد کرتا ہوں اور گزارش یہ کرتا ہوں کہ بانیان مذہب تشیع نے اصل اور حقیقت پر مبنی دین اسلام کو ختم کر دینے اور شریعت مقدسہ کو کلیۃً فنا کر دینے کے لئے یہ سیاسی چال چلی۔ کون شخص یہ نہیں سمجھ سکتا کہ حضور اقدس

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے مابین جس طرح واسطہ ہیں اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت تک آنے والی ساری امت کے درمیان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی واسطہ ہیں۔ انہی مقدس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تفسیر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھی اور انہی مقدس لوگوں نے صاحب اسوۂ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم کے ارشادات گرامی اور اعمالِ عالیہ اور سیرت مقدسہ کی دولت کو براہِ راست حضور کی ذات سے حاصل کیا۔ جس کو ان کے شاگردوں یعنی تابعین نے ان سے حاصل کیا۔ علی ہذا القیاس وہ مقدس شریعت ہم تک پہنچی۔ اب جبکہ [redacted] ائی واسطہ یعنی صحابہ کرام کی ذات قدسی صفات ہی کو قابل اعتماد تسلیم نہ کیا جائے یعنی تین چار کے بغیر ظاہری مخالفت کی بنا پر قابلِ اعتبار نہ رہیں اور یہ تین چار باوجود انتہائی دعویٰ محبت و تولّی کے سخت نا قابلِ اعتماد ثابت کیے جائیں کہ جو بھی ان کی روایات ہوں گی یقیناً غلط اور خلاف واقعہ امر کی طرف رہ نمائی کریں گی۔ یا تو ان ہستیوں نے ہی تقیۃً وکتماناً للحق غلط اور خلاف واقعہ فرمایا اور یا ان کے محبان خدمتگاران شیعوں نے بہ تعمیل ائمہ کذب' جھوٹ اور خلاف واقعہ روایت فرمائی۔ بہر صورت ان روایات کو صحیح کہنا اپنی بے دینی اور بے ایمانی پر واضح دلیل پیش کرنا ہے۔ اب رہا قرآن کریم تو اس کے متعلق بانیانِ مذہب تشیع ورازدارانِ فرقہ مذکورہ اس قرآن کریم کا صراحۃً انکار کرتے نظر آتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر اسی اصول کافی ص ۶۷۱ پر یہ روایت دیکھیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

> "جب حضرت علی قرآن کریم کو جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا۔ کہ اللہ عزوجل کی کتاب یہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے ہی اس کو اکٹھا کیا ہے جس پر لوگوں نے کہا کہ ہمارے پاس قرآن شریف موجود ہے۔ ہمیں کسی نئے قرآن کی کیا

Marfat.com

ضرورت ہے ؟اس پر حضرت علی نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! آج کے دن کے بعد تم اس قرآن کو کبھی نہ دیکھو گے۔"

اسی صفحہ پر امام جعفر صادق صاحب سے منسوب ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمالیں کہ

"جو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام لائے تھے اس کی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) آیتیں تھیں۔"

اور غریب اہل السنّت والجماعت کے پاس تو صرف چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات والا قرآن کریم ہے۔

اسی اصول کافی کے ص ۶۷۰ پر بھی نظر ڈالتے جایئے۔ اور اگر اس قرآن کریم سے انکار کی شان کسی حد تک تفصیل کے ساتھ دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص ۲۶۱ تا ص ۲۶۸ اور ص ۶۷۰ تا ص ۶۷۱ اور ناسخ التواریخ جلد ۲، ص ۴۹۳، ص ۴۹۴ اور تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴ مطالعہ فرمادیں اور بانیانِ مذہب تشیع کی داد دیں کہ کس طرح صراحت اور وضاحت کے ساتھ اس فرقہ نے سرے سے قرآن شریف کا انکار کیا ہے۔

اب میرے محترم بھائیو! حدیث کا اس طریقے سے انکار اور قرآن کا اس طرح سے انکار، تو کوئی بتائے کہ مذہب اسلام اور شریعت مقدسہ کس طرح بھی ممکن الوجود ہو سکتی ہے ؟ ممکن ہے میری اس تحریر کا جواب یا جو آگے عرض کرنے والا ہوں اس کا رد اہلِ تشیع حضرات لکھنے کی زحمت کریں تو میں سفارش کرتا ہوں کہ اپنے اس رسالہ میں جتنے حوالے میں نے پیش کئے ہیں ان کا مطالعہ فرما لینے کے بعد یہ تکلیف کریں تاکہ اہلِ علم حضرات بھی صحیح اور غلط کا اندازہ لگا سکیں اور حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور اہلِ تشیع کے ذاکرین صاحبان کی زحمت بھی اکارت نہ جائے۔ جس صاحب کو کتاب کے حوالے دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو سیال شریف آ کر کتابیں دیکھ کر اپنی تسلی کر سکتا ہے۔

اہلِ تشیع حضرات کی مذہبی روایات پیش کرنا اگرچہ عقل اور انصاف کے لحاظ سے بالکل بے فائدہ ہے۔ جبکہ کوئی ان کی روایت صحیح اور مطابق واقعہ ہونا ممکن نہیں

Marfat.com

کیونکہ یہ مانا ہی نہیں جاسکتا کہ اہلِ تشیع نے ائمہ کرام کی اصل اور صحیح روایت بیان کی ہو اور اپنے لئے بے ایمانی اور بے دینی منتخب کی ہو اور جہنمی ہونا اختیار کیا ہو بلکہ خود ائمہ کرام نے بھی حسبِ تصریحِ اصولِ کافی وغیرہ کوئی سچی بات ظاہر نہیں فرمائی اور اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو نہیں چھوڑا۔ تو پھر ایسی روایات کو لکھنے لکھانے کا کیا فائدہ؟ اور اہلِ تشیع کے خلاف ایسی روایات ان کے تیار کردہ مذہب کو کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں یا ہمیں کیا فائدہ بخش سکتی ہیں؟ مگر میں جو اہلِ تشیع کی کتابوں سے روایتیں پیش کر رہا ہوں تو میرا مقصد فقط یہ ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمان جوان کی ہنگامہ آرائی اور مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اہلِ تشیع کے مذہب کو بھی کسی صحیح بنا پر مبنی تصور کرتے ہیں' ان کو سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ مل سکے تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور چلنے سے پہلے منزلِ مقصود کا نقشہ ملاحظہ کر لیں۔ اسی غرض کے ماتحت یہ رسالہ لکھ رہا ہوں اور شروع سے لے کر آخر تک تمام کی تمام روایات صرف اہلِ تشیع کی معتبر ترین و مسلم ترین کتابوں سے لکھ رہا ہوں ور حوالہ دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کا انکار اور ان مقدس ہستیوں کی شان میں گستاخی اس تبرائی گروہ کا مابہ الامتیاز ہے اور صراحتاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں سب و شتم اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کی تمام اولاد طاہرین معصومین کی شان میں اشارۃً و کنایۃً سب و شتم اور کذب بیانی' مکر و فریب' کتمانِ حق کی نسبت کرنا اس فرقے کا خاصہ لازمہ ہے۔ جو کسی بھی عقل مند انسان سے پوشیدہ نہیں۔ اس مذہب کا دارومدار جن مسائل پر ہے ان میں سے سب سے بڑا مسئلہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت راشدہ کا انکار ہے۔ ان کا مذہب ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ علیہم اجمعین خلیفے برحق نہیں تھے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت غصب کر لی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ڈرا دھمکا کر اپنے ساتھ بیعت کرنے پر مجبور کر لیا تھا اور تمام عمر اسی خوف کی وجہ سے حضرت علی شیر خدا نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں اور ان کی مجلس شوریٰ کے

Marfat.com

ممبر بنے رہے اور مالِ غنیمت منظور کرتے رہے وغیرہ وغیرہ۔ قبل اس کے کہ میں اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے یہ ثابت کروں کہ اہلِ تشیع کے تمام دعوے جھوٹے اور خلافِ واقعہ ہیں' یہ عرض کرتا ہوں کہ خلافتِ راشدہ کا زمانہ اقدس آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے گزر چکا ہے۔ اس وقت ان کی خلافت پر اعتراض یا اس کے متعلق ناپسندیدگی کے شوروغوغا اور بے فائدہ مظاہروں سے بجز اس کے کہ فتنہ وشرارت پیدا کر سکیں اور ملک کے امن وامان کو متزلزل کریں اور کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے؟ ہے کوئی بڑی سے بڑی حکومت یا بڑی سے بڑی عدالت جو ان کے غیر مستحق خلافت ہونے کی صورت میں کوئی تدارک کر سکے اور مستحق کو اس کا حق واپس دلا سکے۔ اگر وہ مقدس ہستیاں مستحق خلافت تھیں یا بقولِ اہلِ تشیع مستحق نہیں تھیں بہر صورت وہ خلیفے بنے اور امور خلافت با حسن وجوہ سرانجام دیئے۔ اب ان کی شان اقدس میں سب وشتم گالی گلوچ کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر ان تمام لوگوں کو جو خلفائے راشدین کو برحق اور مستحقِ خلافت یقین کرتے ہیں یک قلم تختہ دار پر کھینچ دیا جائے یا قتل کر دیا جائے یا خلفائے راشدین کے ساتھ بغض وعداوت' غل وغش اور کینہ رکھنے والے اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں تو بھی ان سماء رفعت کے چمکتے ہوئے تاروں اور ان کی خلافت راشدہ کو پرِ کاہ کے برابر بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا تو پھر یہ منافرت ومناقشت اور یہ سب وشتم' یہ فتنہ پردازی اور فتنہ انگیزی! اس سے کیا حاصل؟ بہتر صورت تو یہی تھی کہ جب ایک ہی ملک میں بسیرا کرنے کا موقعہ ملا تھا تو باہمی منافرت ومناقشت کو برکنار رکھ کر گزارہ کرتے اور کسی قسم کا مذہبی تخالف تھا بھی تو فریضۂ تقیہ کی ادائیگی کے ساتھ ملکی امن وامان کا بھی لحاظ رہتا۔ آخر ائمہ کرام کی تقلید بھی ضروری امر تھا جو کس طرح تصریح فرماتے ہیں۔ کہ

"التقیة من دینی و دین ابائی"

یعنی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب روایت کہ "تقیہ کرنا میرا دین اور میرے آباؤ اجداد کا مذہب ہے۔"

اور "لا دین لمن لا تقیة له ولا ایمان لمن لا تقیة له"

Marfat.com

یعنی "جو تقیہ نہیں کرتا' نہ اس کا دین ہے نہ اس کا ایمان ہے۔" ایسی صورت میں تقیہ سے کام لینا ایک تو اہلِ تشیع کو بے ایمانی و بے دینی سے بچاتا۔ دوسرا بلاوجہ و بلا فائدہ شرارت و فتنہ پردازی سے دور رکھتا اور باقی مسلمان غریب بھی سکھ اور آرام کا منہ دیکھتے۔ مگر وائے بر حالِ پاکستان کہ آئے دن نئے نئے اڈے اکابر امت کی شانِ اقدس میں بکواس اور سب و شتم بکنے کے لئے مقرر کئے جا رہے ہیں اور ملکی تعمیری اسباب اس کو یقین کیا جا رہا ہے۔ اب فقیر چاہتا ہے کہ اہلِ تشیع کی خدمت میں ان مقدس ہستیوں کی تصریحات پیش کرے جو اہلِ تشیع کے دعوے کے مطابق بھی پیشوا اور امام ہیں۔ جن تصریحات کو ملاحظہ کرنے کے بعد اہلِ فکر و ہوش حضرات خود ہی فیصلہ فرما سکیں کہ ائمہ اور پیشوایانِ امت کے بالمقابل موجودہ ذاکروں ماکروں کی کچھ وقعت نہیں اور ائمہ کرام کی تصریحات کے مقابلہ میں ان ذاکروں کے تخمینے اور ٹوٹل سخت بے ہودہ اور لغو ہیں۔ یہ بات بھی قابل گزارش ہے کہ جن مقدس ہستیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کے لئے اپنا تن من دھن قربان کیا اور ایسے میں محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم کے ساتھ ایمان لائے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانا اور کائناتِ عالم کے ساتھ دشمنی مول لینا ایک معنی رکھتا تھا اور ایسے وقت میں حضور کا ساتھ دیا جس وقت میں کہ حضور کا ساتھ دینے میں مستقبل کی تمام دنیوی منزلوں میں غربت اور مصائب و آلام اور تکالیف کے سوا عالم اسباب میں کچھ اور نظر نہ آتا تھا تو ایسے حالات میں ان مقدس ہستیوں نے تمام دنیوی تکالیف کو بطیبِ خاطر برداشت کیا اور اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر گھر بار' بال بچے' عزت و ناموس قربان کئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا تو ایسی مقدس ہستیوں کے خلوص' ان کے صدق و صفا' ان کے ایمان و تصدیق کے متعلق کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ ایسے حالات میں دوسرا کون سا داعیہ ہو سکتا تھا جس کے زیرِ نظر ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قدر دکھ برداشت کئے؟ پھر ایسے جاں نثاروں اور وفاداروں کی جاں نثاری اور قربانی کا بدلہ جو اللہ

Marfat.com

ارحم الراحمین کی جناب سے ضروری اور لازمی ہے۔ اس کی کیفیت اور کمیت بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کرنے والوں اور انصار و مجاہدین کے حق میں نازل ہوئی ہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ ان کے لئے جنت کے اعلیٰ وارفع مراتب اور نعمتیں ان کے لئے مہیا ہیں اور ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیئے اور اس بات کو بھی پورے نظر و فکر کے ساتھ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے۔

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم۔ یعنی "اے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی! آپ کافروں اور منافقوں کے خلاف جہاد فرماؤ اور ان پر سختی کرو۔"

اس حکم کے بعد جن مقدس ہستیوں کو اللہ کے پیارے نبی نے اپنا ہمراز و دمساز قرار دیا۔ سفر و حضر، ہجرت و جہاد، ہر معاملہ میں اور ہر حالت میں اپنا وزیر و مشیر مقرر فرمایا اور اپنا ساتھی اور رفیق قرار دیا۔ ان ہستیوں کی شان میں گستاخی کرنا (معاذ اللہ) اور ان ہستیوں کی طرف کفر و نفاق کی نسبت کرنا کون سی دیانت ہے اور کون سا ایمان ہے؟ ذرا سوچو تو ان مقدس ہستیوں کے صدق و صفا کا انکار براہ راست مہبط وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کو مستلزم نہیں؟ یقیناً ہے۔ محبوب رب العالمین علیہ وآلہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل و مناقب میں آیات کلام اللہ اور احادیث صحاح اس کثرت کے ساتھ وارد ہیں کہ جن کو لکھا جائے تو ایک بہت بڑی مستقل کتاب ہو گی۔ اہلِ تشیع حضرات کی معتبر ترین تصانیف بھی اگر غور سے مطالعہ کی جائیں تو جھگڑا ختم ہو جاتا ہے۔ بطور نمونہ چند روایات اہلِ بصیرت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور بغور مطالعہ کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔

۱۔ حضرت سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانہ میں خطبہ میں فرماتے ہیں۔

Marfat.com

لقد رایت اصحاب محمد صلی اللہ علیہ والہٖ فما اریٰ احداً منکم یشبھھم کانوا یصبحون شعثًا غبراً قد باتوا سجّداً و قیاماً یراوحون بین جباھھم و خدودھم و یقفون علیٰ مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکب المعزی من طول سجودھم اذا ذکر اللہ ھملت اعینھم حتیٰ تبلّ جیوبھم و ما دوا کما یمید الشجر یوم الریح العاصف خوفاً من العقاب و رجاءً للثواب (نہج البلاغۃ' خطبہ نمبر ۹۶' مطبوعہ' ایران طہران) .

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو میں نے دیکھا ہے جو میں تم میں سے کسی کو بھی ان کے مشابہ نہیں دیکھتا۔ وہ تمام رات سجدوں اور نماز میں گزارتے۔ صبح کو اس حال میں ہوتے' کہ ان کے بال پریشان اور غبار آلودہ ہوتے تھے۔ (شب کو) ان کا آرام جبینوں اور رخساروں میں (طویل سجدوں کی وجہ سے) ہوتا تھا۔ اپنی عاقبت کی یاد سے دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح (بھڑک) اٹھتے تھے۔ زیادہ اور لمبے لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کے ماتھے دنبوں کے گھٹنوں کی طرح ہو گئے تھے اللہ کا نام جب (ان کے سامنے) لیا جاتا تھا ان کی آنکھیں بہہ پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کے گریبان بھیگ جاتے تھے اور اللہ کے عذاب کے خوف اور ثواب کی امید میں اس طرح کانپتے تھے جیسے سخت آندھی میں درخت کانپتا ہے۔

۲۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانۂ خلافت میں فرماتے ہیں۔

واعلموا عباد اللہ ان المتقین ذھبوا بعاجل الدنیا و آجل الأخرۃ فشارکوا اھل الدنیا فی دنیا ھم ولم یشارکھم اھل الدنیا فی اخرتھم سکنوا الدنیا بافضل ما سکنت و اکلوھا بافضل ما اکلت فحظوا من الدنیا بما حظی بہ المترفون و اخذوا منھا ما اخذہ الجبابرۃ المتکبرون ثم

Marfat.com

انقلبوا عنها بالزاد المبلغ والمتجر الرابح اصابو الذّة زهد الدنیافی دنیاھم و تیقنوا انھم جیران اللہ غداً فی اخرتھم لا تردلھم دعوۃ ولا ینقص لھم نصیب من الذّة

(نہج البلاغہ' خطبہ نمبر ۲۷' مطبوعہ ایران طہران)

اللہ کے بندو! جان لو کہ متقی پرہیزگار لوگ (وہی تھے جو) دنیاو آخرت کی نعمتیں حاصل کر چکے ہیں۔ وہ ہستیاں اہل دنیا کے ساتھ ان کی دنیامیں شریک ہوئیں۔ لیکن اہل دنیاان کی آخرت میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔ وہ مقدس ہستیاں دنیامیں سکونت پذیر اس طرح ہوئیں' جیساکہ سکونت اختیار کرنے کا حق تھااور دنیامیں نعمتوں سے کھایا جیساکہ حق تھااور دنیاکی ہر اس نعمت سے ان ہستیوں نے حصہ پایا جس سے بڑے بڑے متکبرین اہل دنیانے حصہ پایااور دنیوی مال ودولت جاہ و حشمت جس قدر بھی بڑے بڑے جابرین متکبرین نے حاصل کی ہے اتنے ہی قدر انہوں نے حاصل کی پھر یہ ہستیاں صرف زاد آخرت لے کر اور آخرت میں نفع دینے والی تجارت کو ساتھ رکھ کر دنیاسے بے رغبت ہوئیں۔ یہ لوگ دنیاکی بے رغبتی کی لذت کو اپنی دنیامیں حاصل کر چکے اور یقین کر چکے تھے کہ کل اللہ سے ملنے والے ہیں اپنی آخرت میں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کی کوئی دعا نامنظور نہیں ہوتی تھی اور ان کی آخرت کا حصہ ان کی دنیاوی لذات کی وجہ سے کم نہیں ہو گا۔ (نہج البلاغۃ خطبہ ۲۷' مطبوعہ ایران طہران)

۳۔ حضرت سیدنا و مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اپنے زمانہ خلافت میں فرماتے ہیں۔

فاز اھل السبق بسبقھم و ذھب المھاجرون الاولون بفضلھم

(اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۷۱' مطبوعہ ایران طہران)

(ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ) سبقت لینے والے اپنی سبقت کے ساتھ فائز المرام ہو چکے اور مہاجرین اولین گزر چکے ہیں۔

صدق اللہ مولانا العظیم۔

والسابقون الاولون من المھاجرین

گرچہ اجماعی طور پر مہاجرین اولین اور انصار رضی اللہ عنہم کی مدح وثنااور منقبت

Marfat.com

و الانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی اللہ عنهم و رضوا عنه و اعدلهم جنٰت تجری تحتها الانهار خالدين فيها ابداً ذٰلك الفوز العظيم

کے بارے میں اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں ائمہ معصومین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خطبات اور ملفوظات موجود ہیں۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مناقب اور رفعتِ شان کے متعلق اہلِ تشیع کی مسلم اور معتبر کتابوں کی عبارات بطور نمونہ ملاحظہ فرماویں۔

کتاب کشف الغمہ فی مناقب الائمہ مصنفہ عیسیٰ لن ابی الفتح الاربلی جو اہل تشیع کی مستند اور معتبر ترین کتاب ہے اور مصنف مذکور غالی شیعہ ہے۔ اس کے غلو فی التشیع کا نمونہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

ومن اغرب الاشياء و اعجبها انهم يقولون ان قوله عليه السلام فی مرضه مروا ابابكر يصلی بالناس نص خفی فی تولية الامرو تقليده امر الائمة و هو علیٰ تقدير صحته لايدل علیٰ ذلك و متی سمعوا حديثاً فی امر علی عليه السلام نقلوه عن وجهه و صرفوه عن مدلوله و اخذوا فی تاويله بابعد محتملاته منكبين عن المفهوم من صريحه او طعنوا فی راويه و ضعفوه و ان كان من اعيان رجالهم و ذوی

سب سے زیادہ عجیب و غریب یہ بات ہے کہ یہ لوگ (اہل السنۃ والجماعۃ) کہتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی حالت بیماری میں فرمانا کہ ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ان کے امر خلافت کے لئے اور حضور کی امت کی امانت و امارت کے لئے نص خفی ہے۔ اس روایت کو اگر سچا مان بھی لیا جائے تو بھی یہ روایت خلافت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ لوگ جب علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں کوئی حدیث سنتے ہیں تو اس حدیث کو صحیح توجیہ سے ہٹا دیتے ہیں اور

Marfat.com

الامانة فی غیر ذلك عندهم هذا مع کون معاویة ابن ابی سفیان و عمروابن العاص و المغیرة ابن شعبة و عمران ابن حطان الخارجی و غیرهم من امثالهم من رجال الحدیث عندهم و روایاتهم فی کتب الصحاح عندهم ثابتة عالیة یقطع بها و یعمل علیها فی احکام الشرع و قواعد الدین و متی روی احد عن زین العابدین علی ابن الحسین و عن ابنه الباقرو عن ابنه الصادق و غیرهم من الائمة علیهم السلام نبذوا روایته' و اطرحوها و اعرضوا عنها فلم یسمعوها و قالوا رافضی لااعتماد علیٰ مثلهٖ و ان تلطفواقالوا شیعی ما لنا ولنقله مکابرةً للحق و عدولاً عنه و رغبةً فی الباطل و میلاً الیه و اتباعاً لقول من قال انا وجدنا ابائنا علیٰ امة او لعلهم راوما جرت الحال علیه اوّلاً من الاستبداد بمنصب الامامة فقاموا بنصر ذلك محامین عنه غیر مظهرین لبطلانه ولا معترفین به

اس کے اصل معنی سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور اس میں تاویلیں کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کو بعید تر احتمالات سے اس کے صریح مفہوم سے پھیر دیتے ہیں یا اس حدیث کے راویوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ راوی ان کے مشہور رواۃ میں سے ہوں اور باقی روایتوں میں ان کے نزدیک ثقہ اور امانتی ہی کیوں نہ ہوں باوجود اس کے کہ معاویہ ابن ابی سفیان' عمرو ابن عاص' مغیرہ ابن شعبہ (رضی اللہ عنہم) اور عمران ابن حطان ان کے نزدیک حدیث کے راوی ہیں اور ان کی روایتیں ان کے نزدیک جو صحیح کتابیں ہیں ان میں درج ہیں۔ جن کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے اور شرعی احکام اور قواعد دین میں ان پر عمل کیا جاتا ہے اور جب کوئی امام زین العابدین علی ابن حسین اور ان کے صاحبزادے امام محمد باقر اور ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کرتا ہے تو اس کو پھینک دیتے ہیں اور اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ پس وہ نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ "یہ راوی رافضی ہے۔ اس قسم کے راوی پر بھروسہ

Marfat.com

استبناناً بحميّة الجاهلية الخ (کشف الغمۃ فی مناقب الائمہ' ص ۸۵' مطبوع دارالطباعۃ کربلائی محمد حسین طہرانی' ۱۲۹۴ھ)

نہیں۔" اور اگر مہربانی سے کام لیں تو کہہ دیتے ہیں کہ "یہ راوی شیعہ ہے۔ اس کی روایت نقل کرنے سے ہمیں کیا واسطہ ؟" یہ جو کرتے ہیں تو حق سے مقابلہ کرنے اور حق سے روگردانی کرنے اور باطل کی طرف میل ور غبت کرنے کی وجہ سے اور اس شخص کی اتباع کرتے ہوئے جس نے کہا کہ "ہم نے اپنے آباء کو ایک طریقے پر دیکھا ہے اور ہم ان ہی کی پیروی کریں گے۔" یا شاید ان لوگوں نے منصب امامت کے ساتھ ابتداءً ہی میں ظلم شروع ہو جانے کو دیکھا تو اسی ظلم کی اعانت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ایسی حالت میں کہ اس سے الگ رہنے والے تھے اور اس کے بطلان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ اس کو تسلیم کرتے تھے۔

اس عبارت سے کتاب کشف الغمہ کے متعلق مزید تحقیق کی ضرورت نہیں رہتی کہ اس کا مصنف سخت غالی شیعہ خلافت راشدہ کا منکر ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ اس کے نزدیک گمراہ ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ اور اہل السنۃ والجماعۃ پر آتش باری کی مثال ہے۔ اس دعویٰ کی صداقت یا کذب کے متعلق تو اہل فکر و ہوش خود ہی فیصلہ کریں گے۔
اس موقع پر اسی کتاب کے چند حوالے جو حضرت امام عالی مقام زین العابدین علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے مروی ہیں اس توقع کے ساتھ پیش کرتا ہوں کہ مدعیان محبت وولا تو کسی صورت میں بھی ان کی روایات کو رد نہ فرمادیں گے اور نہ پھینکیں گے اور نہ ہی ان سے

Marfat.com

روگردانی فرماویں گے۔ بلکہ سنیں گے اور سن کر ایمان لائیں گے۔ ذرا باادب ہو کر سنئے۔

و قدم عليه نفر من اهل العراق فقالوا فى ابى بكر و عمر و عثمان رضى الله عنهم فلما فرغوا من كلامهم قال لهم الا تخبرونى انتم المهاجرون الاولون الذين اخرجوا من ديارهم و اموالهم يبتغون فضلاً من الله و رضوانا و ينصرون الله و رسوله اولئك هم الصادقون قالوا لا قال فانتم الذين تبوء وا الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون فى صدورهم حاجة مما اوتوا و يؤثرون علىٰ انفسهم ولو كان بهم خصاصة؟ قالوا لا. قالا اما انتم قد تبرأتم ان تكونوا من احد هذين الفريقين و انا اشهد انكم لستم من الذين قال الله فيهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل فى قلوبنا غلا للذين آمنوا اخرجوا عنى فعل الله بكم (کشف الغمۃ' ص ۱۹۹' مطبوعہ ایران)

اور امام زین العابدین کی خدمت اقدس میں عراقیوں کا ایک گروہ حاضر ہوا۔ آتے ہی (حضرت) ابو بکر (حضرت) عمر (حضرت) عثمان (رضی اللہ عنہم) کی شان میں بکواس بکنا شروع کر دیا۔ جب چپ ہوئے تو امام عالی مقام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم بتا سکتے ہو کہ تم وہ مہاجرین اولین ہو جو اپنے گھروں اور مالوں سے ایسی حالت میں نکالے گئے تھے کہ وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے تھے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد اور اعانت کرتے تھے' اور وہی سچے تھے۔ تو عراقی کہنے لگے کہ ہم وہ نہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا پھر تم وہ لوگ ہو گے جنہوں نے اپنا گھر بار اور ایمان ان مہاجروں کے آنے سے پہلے تیار کیا ہوا تھا ایسی حالت میں کہ وہ اپنی طرف ہجرت کرنے والوں کو دل سے چاہتے تھے اور جو کچھ مال و متاع مہاجرین کو دیا گیا تھا' اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کا حسد یا بغض اور کینہ محسوس نہیں کرتے تھے اور اگرچہ وہ خود حاجت مند تھے (پھر بھی) مہاجرین کو اپنے پر ترجیح دیتے تھے۔

Marfat.com

تو اہل اہل عراق کہنے لگے کہ ہم وہ بھی نہیں ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا کہ تم اپنے اقرار سے ان دونوں جماعتوں (مہاجرین وانصار) میں سے ہونے کی براۃ کر چکے ہو اور میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ تم ان مسلمانوں میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وہ مسلمان لوگ جو مہاجرین وانصار کے بعد آئیں گے وہ یہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ سبقت لے چکے ہیں۔ اور ایمان والوں کے متعلق ہمارے دلوں میں کسی قسم کا کھوٹ، بغض اور کینہ حسد یا عداوت نہ ڈال۔" یہ فرما کر امام عالی مقام نے فرمایا کہ میرے یہاں سے نکل جاؤ اللہ تمہیں ہلاک کرے۔ (آمین ثم آمین) ۱۲

کتاب ناسخ التواریخ، جلد ۲، کتاب احوال امام زین العابدین رضی اللہ عنہ، ص ۵۹۰ سطر نمبر ۱۳ پر امام الساجدین زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی بھی ملاحظہ فرمالیں اور اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ (الحدیث) پر حق الیقین کریں۔

طائفہ از حد معارف کوفہ باز ید بیعت کردہ   کوفہ کے مشہور ترین لوگوں کے ایک گروہ

Marfat.com

بو ند در خد تش حضور یافتہ گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکر (الصدیق) و عمر چہ گوئی؟ فرمودہ دربارہ ایشاں جز خیر سخن نکم وز اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام و ایں سخناں منافی آں روایتے است کہ از عبد اللہ ابن العلاء مسطور افتاد بالجملہ زید فرمود ایشاں بر کسے ظلم نراند ند و بکتاب خدا و سنتِ رسول کار کردند۔ ۱۲

نے جس نے حضرت زید ابن زین العابدین (رضی اللہ عنہما) سے بیعت کی ہوئی تھی، آپ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کی اللہ آپ پر رحمت فرمائے ابو بکر (صدیق) اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے حق میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کے حق میں سوائے کلمۂ خیر کے کچھ اور کہنے کے لئے تیار نہیں۔ اور اپنے خاندان سے بھی ان کے حق میں سوائے کلمہ خیر کے میں نے کچھ نہیں سنا۔ (صاحب ناسخ التواریخ کہتے ہیں کہ) عبد اللہ ابن علاء سے جو روایت لی جاتی ہے امام کا یہ بیان اس روایت کے سراسر خلاف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت زید ابن علی نے فرمایا کہ ابو بکر اور عمر نے کسی پر بھی ظلم اور ستم نہیں کیا اور اللہ کی کتاب اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند رہے۔

اور کتاب ناسخ التواریخ جلد ۳۔ ۲' احوال زین العابدین رضی اللہ عنہ ص ۵۹۱' سطر نمبر ۱۱ تا نمبر ۱۷ کا بھی مطالعہ فرمالیں اور الولد سر لابیہ کی تصدیق فرمائیں۔

بالجملہ چوں مرد ماں در حق عمر و ابو بکر (صدیق) رضی اللہ عنہما آں کلمات را از زید بشنید ند گفتند ہما نا تو صاحب ما نیستی۔

حاصل یہ کہ جب ان عراقیوں نے حضرت امام زین العابدین کے صاحبزادے حضرت زید کی زبان فیض ترجمان سے

Marfat.com

باقر علیہ السلام بود۔ آنکہ از اطرافِ زید متفرق شدند۔ زید فرمود "دَرَ فَضُوْنَا الْیَوْمَ" یعنی مارا امروز گزاشتند و گزشتند واز اں ہنگام ایں جماعت را رافضیہ گفتند رفض بتحریک و تسکین ماندن چیزے و بجز گزاشتن ستور است و رفیض و مرفوض بمعنے متروک است۔ روافض گروہے را گویند کہ رہبر خود را راندند و از دے باز گشتند و جماعت از شیعاں باشند و در مجمع البحرین مذکوراست کہ رافضہ و روافض کہ در حدیث وارد است فرقہ از شیعہ ہستند کہ رفضوا یعنی ترکوا زید ابن علی ابن الحسین علیہما السلام را کہ گاہے کہ ایشاں را از طعن در حق صحابہ منع فرمود چون مقالہ اور ابد انستند معلوم ساختند کہ از شیخین تبرا نجست او را بگزاشتند و بگزشتند و از یں پس ایں لفظ در حق کسے استعمال میشود کہ دریں مذہب غلو نمائید و طعن دربارہ صحابہ را نیز جائز بشمارد۔ ۱۲

تعریف سنی تو کہنے لگے کہ یقیناً آپ ہمارے امام نہیں ہیں اور امام (بھی آج کے دن سے) ہمارے ہاتھ سے گیا۔ ان کا مقصود تھا امام محمد باقر علیہ السلام۔ اس وقت زید کی طرف داری سے اور ان کی حاضری سے الگ ہو گئے جس پر حضرت زید نے فرمایا کہ آج یہ لوگ رافضی بن چکے ہیں یعنی ہمیں آج کے دن سے ان لوگوں نے چھوڑ دیا اور چلے گئے۔ اس وقت سے اس جماعت کو رافضی کہتے ہیں۔

رفض اور رفض کا معنی ہے کسی چیز کا رہ جانا۔ اور رفض کا معنی ہے سواری کو واگزر کرنا اور رفیض ور مرفوض کا معنی ہے متروک۔ روافض اس گروہ کو کہتے ہیں جس نے اپنے امام اور رہبر کو چھوڑ دیا اور اس سے منہ پھیر لیا اور شیعوں کی ایک جماعت ہے اور مجمع البحرین میں ہے کہ رافضہ اور روافض جو حدیث شریف میں آیا ہے اس سے مراد شیعوں کا فرقہ ہے۔ کیونکہ یہ رافضی بن گئے اور انہوں نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت زید کا انکار کر دیا اور ان کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ نے ان کو صحابہ کرام کی شان میں طعن سے منع فرمایا تھا۔

84426

Marfat.com

کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب ان لوگوں
نے اپنے امام کا ارشاد سمجھ لیا اور معلوم کر
لیا کہ وہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر
(رضی اللہ عنہما) کے حق میں تبرا
برداشت نہیں کرتے تو ان لوگوں نے ان
کو چھوڑ دیا اور نکل گئے۔ اس کے بعد لفظ
رافضی اس شخص کے حق میں استعمال
ہونے لگا کہ جو اس مذہب میں غلو کرتا
ہے اور صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنا
جائز سمجھتا ہے۔

بھائیو! جب امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے حق میں طعن کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور دفع کیا اور فرمایا کہ نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے' تو ان کے صاحبزادے اپنے والد ماجد کی سنت کو کیوں نہ اپناتے اور کیوں نہ سختی کے ساتھ اس پر عمل فرماتے؟ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ کا یہی معنی ہے۔

اب رفض اور تشیع کا ہم معنی ہونا مصداقاً متحد ہونا تو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب نے پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا جو کسی تبصرہ کا محتاج نہیں۔

رہا یہ امر کہ جس حدیث کی طرف اہل تشیع کی معتبر کتاب مجمع البحرین نے اشارہ کیا اور صاحبِ ناسخ التواریخ نے اس کا ذکر کیا وہ کون سی حدیث ہے؟ تو یہ وہی حدیث ہے جس حدیث کے متعلق کافی (کتاب الروضہ) ص ۱۶ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ کی قسم! ان لوگوں نے تو تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ تمہارا نام اللہ تعالیٰ نے رافضی رکھا ہے۔'' کافی کی عبارت بعینہٖ پیش کرتا ہوں۔

(کافی شیعہ کی معتبر کتاب ہے جس کے متعلق کئی دفعہ حوالے گزر چکے ہیں)

قال قلت جعلت فداك فانا قد نبزنا یعنی ابو بصیر نے (جو حضرت امام جعفر صادق

Marfat.com

نبزا انکسرت له ظهورنا وما تت افئدتنا استحلت له الولاة دمائنا فی حدیث رواه لهم فقهاؤهم قال فقال ابو عبدالله علیه السلام الرافضه؟ قال قلت نعم قال لا واللہ ما هم سموکم بل اللہ سماکم ۱۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاص الخاص شیعہ ہے) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ پر قربان جاؤں ہمیں ایک ایسا لقب دیا گیا ہے جس لقب کی وجہ سے ہماری ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ چکی ہے اور جس لقب کی وجہ سے ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں اور جس کی وجہ سے حاکموں نے ہمیں قتل کرنا مباح اور جائز قرار دیا ہے۔ وہ لقب ایک حدیث میں ہے جس حدیث کو ان کے فقہا نے روایت کیا ہے ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رافضہ کے متعلق حدیث؟ ابوبصیر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں! امام صاحب نے فرمایا کہ خدا کی قسم ان لوگوں نے تمہارا نام رافضی نہیں رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔

یہی رافضیوں والی حدیث احتجاج طبرسی مطبوعہ ایران میں بھی موجود ہے۔
اگرچہ اہلِ تشیع کی کتاب کافی کی روایت کے بعد اہل تشیع کی خدمت میں اس حدیث کی توثیق کے متعلق مزید شہادت کی ضرورت نہیں۔ علی الخصوص ایسی حالت میں کہ جب امام صاحب اس حدیث کی تفسیر میں اور اس کی توثیق میں یہ فرمادیں کہ ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام رافضی رکھا ہے۔'' مگر ہم چاہتے ہیں کہ مؤمنین کو خوش کرنے کے لئے بطور استشہاد ایک حدیث پیش کر ہی دیں۔

Marfat.com

عن علی قال یخرج فی آخر الزمان قوم لهم نبزٌ یقال لهم الرافضة یعرفون بہٖ ینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا و آیة ذلك انهم یشتمون ابابکر و عمر اینما ادرکتموهم فاقتلوهم فانهم مشرکون۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آخر زمان میں ایک فرقہ نکلے گا جس کا خاص لقب ہوگا جس کو لوگ رافضی کہیں گے۔ اسی لقب کے ساتھ ان کی پہچان ہوگی وہ لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کریں گے اور درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوں گے اور ہماری جماعت سے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق اعظم) (رضی اللہ عنہما) کے حق میں سب بکیں گے۔ جہاں تم انہیں پاؤ تو ان کو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہوں گے۔

اس حدیث کی صحت کے متعلق صرف اسی قدر گزارش کافی ہے کہ بعینہٖ وہی الفاظ اور وہی مضمون جو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا اور جس کی تصدیق حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمادی اس حدیث میں موجود ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ حدیث ہم کتاب کنزالعمال سے پیش کر رہے ہیں اور یہ کتاب اہل تشیع کے نزدیک معتبر نہیں مگر اس حدیث کا ان کے نزدیک بھی صحیح ہونا کسی مزید دلیل کا محتاج نہیں۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ کنزالعمال میں یہ حدیث اور اس کے ہم معنی باقی احادیث ملاحظہ فرمانا ہو تو جلد نمبر ۶' صفحہ نمبر ۸۱ پر دیکھیں۔

اب مسلمانوں کے کسی گروہ سے بھی امام صاحب نے جن کو شمار نہیں کیا' وہ کون ہیں؟ جن کو امام عالی مقام نے اپنی مجلس سے دفع فرمایا اور ان کے ساتھ وہی سلوک فرمایا جو کفار کے ساتھ کرنا واجب ہے۔ (واغلظ علیہم) ان کا عقیدہ اور مذہب کیا تھا؟ ان

Marfat.com

کے حق میں یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کرے کس نظریہ کے ماتحت ہے؟ اب مدعیان محبت و تولیٰ تو امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ جھٹلائیں گے بلکہ ایمان لائیں گے اور ان کے مذہب اور عقیدہ کی تقلید کریں گے اور ان کے صاحبزادے امام عالی مقام سیدنا محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام زید لئن امام زین العابدین کا ارشاد اقدس بھی مشعل راہ بنائیں گے۔

اب امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب اقدس اور آپ کا نظریہ بھی اسی کتاب کشف الغمہ کے صفحہ ۲۲۰ میں ملاحظہ فرماویں۔

و عن عروة ابن عبدالله قال سئلت ابا جعفر محمد ابن علی علیهم السلام عن حلیة السیوف فقال لاباس به قد حلیٰ ابوبکر الصدیق رضی الله عنه سیفه قلت فتقول الصدیق؟ قال فوثب وثبة واستقبل القبلة فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق الله له قولاً فی الدنیا ولا فی الآخرة۔

امام عالی مقام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک شیعہ صاحب نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت تلواروں کو زیور لگانا جائز ہے یا نہ؟ امام صاحب نے فرمایا۔اس میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو زیور لگایا ہوا تھا۔ شیعہ صاحب نے عرض کیا کہ آپ بھی ان کو صدیق کہتے ہیں؟ اس پر امام عالی مقام اچھل پڑے اور قبلہ شریف کی طرف رخ انور کر کے فرمایا۔ہاں وہ صدیق ہیں۔ ہاں وہ صدیق ہیں' ہاں وہ صدیق ہیں۔ جو ان کو صدیق نہیں کہتا اللہ اس کے کسی قول کو نہ دنیا میں سچا کرے نہ آخرت میں۔ (کشف الغمہ' ص ۲۲۰)

اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ امام عالی مقام کے ارشاد گرامی پر کس کا ایمان ہے اور کون ان کے ارشاد کو نہیں مانتا؟ اہل السنۃ والجماعت غریب تو امام عالی مقام

Marfat.com

کے ایک دفعہ فرمانے پر اٰمنّا وَ صَدَّقْنا کا نعرہ لگاتے ہیں۔ مدعیان محبت و تولّی کے انتظار میں ہیں کہ پانچ دفعہ فرمانے کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں یا نہ ؟

کیوں جناب امام عالی مقام کا نظریہ کیا تھا؟ اور ان کے سچے غلام اور سچے حلقہ بگوش کون ہیں ؟ اب رہا یہ امر کہ جو شخص صدیق اکبر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق نہیں کہتا اس کے متعلق امام عالی مقام کی یہ بد دعا کہ "اللہ تعالیٰ اس کے کسی قول کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔" خطا تو جا نہیں سکتی۔ غالباً بلکہ یقیناً یہی تقیہ کی لعنت ہی ہو سکتی ہے جس سے کوئی شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صدیق نہ کہنے والا خالی نہیں۔ غرضیکہ تمام ائمہ معصومین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک ابو بکر صدیق ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ مدعیان محبت اہل بیت اپنے عقیدے پر امام عالی مقام کے مذہب اور عقیدے کو قربان کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیں کہ امام صاحب نے قبلہ رو ہو کر عمداً جان بوجھ کر خلافِ واقعہ فرمایا۔ مگر کوئی مسلمان ان علم بردار ان صدق و صفا کی شانِ اقدس میں اس قسم کی گستاخی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کذب بیانی اور خلافِ واقعہ امر کا اظہار ان کی شان ارفع سے بہت دور ہے۔ بلکہ مناقض ہے۔

دوسرا نقل کفر کفر نباشد۔ اگر کذب بیانی یا تقیہ جائز سمجھتے تو کسی مخالف کے سامنے نہ کہ اپنے شیعہ کے سامنے جو منکر خلفائے راشدین تھا۔ بلکہ اہل تشیع کے نظریہ کے ماتحت تو برعکس تقیہ کرتے کیونکہ ایک ہمراز و دمساز کے سامنے تقیہ کرنا سخت بے محل بات ہو سکتی ہے اور یہاں الٹا معاملہ تھا۔ شاید شیعہ مذہب میں قسم اٹھا کر ہمیشہ اور ہر بات میں ہر جگہ جھوٹ بولنا عبادت ہو۔

یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا مصنف کوئی معمولی ذاکر ماکر نہیں بلکہ اہل تشیع میں ساتویں صدی کا مجتہد اعظم گزرا ہے۔ مجتہدین ایران نے ان کی منقبت میں جو الفاظ لکھے ہیں' ان میں سے چند بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔

Marfat.com

شیعوں کے ایک مجتہد اعظم مجد الدین الفضل جو ۶۹۲ھ میں مصنف سے ملے بھی ہیں' ان کے حق میں لکھتے ہیں۔

ملک الفضلاء غرۃ العلماء قدوۃ الادباء نادرۃ عصرہ' نسیج وحدہ المولیٰ الصاحب المعظم فی الدنیا والدین فخر الاسلام والمسلمین' جامع شتات الفضائل المبرز فی حلبات السبق علی الاواخر والاوائل ابی الحسن علی بن السعید فخر الدین بن عیسیٰ ابی الفتح الاربلی امد اللہ الکریم فی شریف عمرہ۔

اسی طرح مجتہد ایران محمد باقر ابن محمد ابراہیم خونساری اور کربلائی محمد حسین طہرانی وغیرہ نے ان کو مجتہد اعظم بلکہ ملک الفضلاء و غرۃ العلماء کے القاب کے ساتھ لکھا ہے۔ زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ یہ روایات جو ائمہ صادقین سے اس مصنف نے اپنی کتاب میں لکھی ہیں ان کے متعلق کسی قسم کے تبصرہ یا رائے زنی کی جرأت نہیں کی۔ اس زمانہ کے مدعیان محبت و تولّی کو اپنے دعویٰ محبت و تولّی پر بطور دلیل ائمہ طاہرین معصومین صادقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مذہب کی تقلید اور ان کے فرمان کی تعمیل ضروری ہے ورنہ دعویٰ بلا دلیل کی زندہ مثال اہلِ تشیع کا ایک ایک فرد ثابت ہوگا۔ جب کتاب کا مصنف مسلم شیعہ ان کا ملک الفضلاء غرۃ العلماء نادرۃ العصر ان کا مولیٰ معظم ان کا فخر الاسلام والمسلمین جامع شتات الفضائل وغیرہ وغیرہ اور جانے کیا کیا ہے اور کتاب بھی ان کی مسلم حدیث کی ہے جو شروع سے آخر تک ائمہ طاہرین کی روایتیں لاتا ہے اور جہاں کہیں بھی ذرہ برابر گنجائش دیکھتا ہے' تشیع پروری اور رفض نوازی سے نہیں چوکتا۔ تو ایسی کتاب کی روایت اور وہ بھی ائمہ طاہرین سے اور پھر ذرہ برابر گنجائش نہ ملنے کے باعث ذرہ برابر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ اور کوئی جواب یا کسی قسم کی رائے زنی نہیں کرتا تو برادران وطن بھی ان احادیث کو صحیح توجیہہ سے ہٹانے کی زحمت گوارا نہ فرمائیں اور اس کے واضح غیر مبہم معنی سے اس کو نہ پھیریں اور بعید از قیاس احتمالات کے ساتھ اس کی تاویلیں کرنے کی بے فائدہ تکلیف نہ فرماتے ہوئے امام کے ارشاد کو بگاڑنے کی ناکام کوشش نہ کریں۔ نہ ہی اس کے راویوں کو ناصبی یا ازراہ مہربانی سنی کہیں

Marfat.com

کیونکہ ان کے راوی ائمہ کرام ہیں ورنہ بنا بنایا کھیل ہاتھ سے نکل جائے گا اور تشیع کا ڈھونگ بھی خاک میں مل جائے گا۔

اہلِ تشیع کی معتبر ترین حدیث کی کتاب شافی مصنفہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ و تلخیص الشافی مصنفہ محقق طوسی امام الطائفہ جلد ۲' ص ۴۲۸ کی روایات بطور نمونہ پیش کرتا ہوں اور اہلِ تشیع کی محبت و تولّی کا جائزہ لیتا ہوں۔

و روی عن جعفر ابن محمد عن ابیه ان رجلاً من قریش جاء الی امیر المومنین علیه السلام فقال سمعته' یقول فی الخطبه انفاً اللّٰهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدین فمن هما؟ قال حبیبای و عماك ابوبکر و عمر اماما الهدیٰ و شیخا الاسلام و رجلا قریش و المقتدیٰ بهما بعد رسول الله صلی الله علیه واله من اقتدی بهما عصم ومن اتبع اثارهما هدیٰ الیٰ صراط مستقیم (شافی لعلم الهدیٰ و تلخیص الشافی للمحقق الطوسیٰ جلد ۲' ص ۴۶۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کا ایک جوان امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت میں نے آپ سے ابھی خطبہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے میرے پروردگار ہم پر اسی مہربانی کے ساتھ کرم فرما جو مہربانی و کرم تو نے خلفائے راشدین پر فرمایا ہے تو وہ خلفائے راشدین کون ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ میرے پیارے ہیں اور تمہارے چچا ہیں۔ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) وہ دونوں ہدایت کے امام ہیں اور وہ دونوں اسلام کے پیشوا ہیں اور دونوں جوان قریش سے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے مقتدا و پیشوا ہیں۔ جس نے ان

Marfat.com

کی پیروی کی وہ جہنم سے بچ گیا اور جس
شخص نے ان کی اقتداء کی اس نے صراط
مستقیم کی ہدایت پالی۔

علم الصدق والصفا سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے صریح اور واضح و غیر مبہم ارشاد کی شان دیکھئے اور روایت بھی تمام تر ائمہ طاہرین معصومین سے ہے۔ میں انتظار میں ہوں کہ محبت و تولّی کا دم بھرنے والے اس فرمان پر کہاں تک ایمان لانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ایک عجیب و غریب اعتراض بھی اس روایت پر سن لیں جو شیعوں کے محقق طوسی نے یہ روایت اپنی کتاب تلخیص الشافی میں لکھ کر کیا ہے۔ کہتا ہے کہ روایت بے شک ائمہ کرام سے ہے مگر اس کے راوی ایک ایک ہیں۔ اس لئے اس پر اعتبار نہیں کرتا۔ یعنی امام جعفر صادق صاحب اکیلے اپنے والد امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں اور صرف امام محمد باقر صاحب اپنے والد امام زین العابدین سے روایت فرماتے ہیں اور صرف امام زین العابدین اس روایت کو حضرت علی سے بیان فرماتے ہیں۔ للذا یہ خبر آحاد ہے نا قابل اعتماد الشیعہ ہے۔ مگر غالباً یہ کہنا بھول گیا کہ صرف حضرت علی خلفائے راشدین کو امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام اور مقتدا و پیشوا کہہ رہے ہیں اور صرف وہی ان کو اپنے پیارے فرما رہے ہیں للذا اس پر کیا اعتبار؟

مگر ہم شیعوں کی تسلی کے لئے چودہ (۱۴) آدمیوں سے بیک وقت روایت پیش کرتے ہیں جو کتاب الشافی جلد ۲، ص ۴۲۸، مطبوعہ نجف اشرف میں ہے۔

ان علیا علیه السلام قال فی خطبته خیر هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و عمر و فی بعض الاخبار انه علیه السلام خطب بذلك بعد ما انهی الیه ان رجلاً تناول ابابکر و عمر بالشتیمة فدعی به و تقدم بعقوبته بعد ان شهد

یعنی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے بعد حضور کی تمام امت سے افضل ابو بکر اور عمر ہیں۔ بعض روایتوں میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ حضرت شیر خدا

Marfat.com

وا عليه بذلك ۱۲ (شافی و تلخیص الشافی' جلد ۲' صفحہ نمبر ۴۲۸' مطبوعہ نجف اشرف)

حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اطلاع پہنچی کہ ایک شخص نے (غالباً کسی شیعہ نے) حضرت ابو بکر (صدیق) اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی شان میں سب بکا ہے۔ جس پر امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سب بکنے پر شہادت طلب فرمائی (یعنی باقاعدہ مقدمہ چلایا) اور شہادت گزرنے کے بعد اپنے دستِ حیدری کے ساتھ اس کو واصل جہنم فرمایا اور مبتلائے عقوبت گردانا۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر ایک اور روایت بھی ملاحظہ فرمادیں۔

وروی جعفر ابن محمد عن ابيه عن جده عليهم السلام قال لما استخلف ابوبكر جاء ابو سفيان فاستاذن علىٰ علیٍ عليه السلام قال ابسط يدك ابايعك فوالله لاملانها علی ابی فیصل خیلاً و رجلاً فانزوی عنه عليه السلام و قال و يحك يا ابا سفيان هذهٖ من دواهيك و قد اجتمع الناس علىٰ ابی بكر ما ذلت تبغی الاسلام عوجاً فی الجاهلية والاسلامِ و الله ما ضرّ الاسلام ذٰلك

امام جعفر صادق اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں اور وہ اپنے والد (امام زین العابدین) سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (حضرت) ابو بکر (صدیق) خلیفہ بنے تو ابو سفیان نے (حضرت) علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی (اور حاضر ہوا) اور عرض کی کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ خدا کی قسم اس علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں گا (اگر حضور خوف

Marfat.com

شیئاً ماذلت صاحب فتنة۱۲۔

خوف کی وجہ سے خلافت کا اعلان نہیں فرمارہے اور تقیۃً خاموش ہیں) یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے روگردانی فرمائی اور فرمایا کہ ابو سفیان! تیرے لئے سخت افسوس ہے۔ یہ خیالات تیری تباہ کاریوں کی دلیل ہیں۔ حالانکہ ابو بکر (صدیق) کی خلافت پر صحابہ کا متفقہ اور اجماعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ تو تو ہمیشہ کفر اور اسلام کی حالت میں فتنہ اور کجروی ہی تلاش کرتا رہا ہے خدا کی قسم (صدیق اکبر) ابو بکر کی خلافت کسی طرح بھی اسلام کے لئے مضر نہیں ہو سکتی اور تو تو ہمیشہ فتنہ باز ہی رہے گا۔

لیجئے جناب! یہ حدیث بھی امام عن امام عن امام عن امام غرضیکہ اس کی سند بھی تمام تر ائمہ معصومین صادقین پر مشتمل ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ساتھ دوسرا شاہد موجود نہیں۔ ورنہ شیعوں کے محقق طوسی اس پر ایمان لا چکے ہوتے کاش شیعوں کا پیشوا اس بات پر ایمان رکھتا کہ ائمہ ہدیٰ کے ارشاد سے زیادہ اور کوئی چیز قابلِ یقین اور لائق اعتبار نہیں ہو سکتی اور ان کے ارشاد پر یقین کرنے کے لئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ایک روایت اور بھی ملاحظہ فرماتے جائیے۔

وروی جعفر ابن محمد عن ابیه عن جابر ابن عبدالله لما غسل عمر و کفن دخل علی علیه السلام فقال صلی الله علیه ماعلی الارض احب

امام جعفر صادق' امام محمد باقر سے روایت فرماتے ہیں کہ جب (امیر المؤمنین) عمر شہید ہوئے اور ان کو کفن پہنایا گیا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے اور فرمایا

Marfat.com

الی من ان القی اللہ بصحیفۃ ھذا المستجی بین اظھر کم
(الشافی لعلم الہدیٰ' جلد ۲' ص ۴۲۸' مطبوعہ' نجف اشرف)

اس پر اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ (رحمتیں اور برکتیں) ہوں۔ تمام روئے زمین پر میرے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ پسندیدہ تو نہیں کہ میں اللہ سے ملوں اور میرا اعمال نامہ بھی اس کفن پوش کے اعمال نامہ کی طرح ہو جو اس وقت تمہارے سامنے موجود ہے۔

سبحان اللہ! مولیٰ مرتضیٰ تو ان کے اعمال نامہ کے ساتھ رشک فرما رہے ہیں اور مدعیان تولیٰ ان کو غاصب اور ظالم کہہ رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کس کی سنیں اور کس کی نہ سنیں؟ مولیٰ مشکل کشا کو سچا مانیں یا ان کے مدعیانِ محبت و تولیٰ کو؟ اس سے زیادہ بھی کوئی تعجب انگیز صورت پیدا ہو سکتی ہے کہ کتابیں بھی اہل تشیع کی نہایت معتبر اور روایات بھی شروع سے آخر تک ائمہ صادقین طاہرین معصومین کی اور ان کتابوں کی کتابت بھی طہران یا نجف اشرف میں مشہور غالی شیعوں کی نگرانی میں اور پھر روایات پر اہل تشیع ایمان نہ لائیں تو کہنا پڑتا ہے کہ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ ط یہ بھی یاد رکھئے کہ سید مرتضیٰ مصنف کتاب شافی کے متعلق ملا مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین ص ۱۵۰ مطبوعہ ایران میں لکھا ہے کہ "از اکابر علمائے امت است" یعنی شیعوں کے بہت بڑے علماء میں سے ہے اور ابو جعفر طوسی کے متعلق بھی تمام مجتہدین شیعہ امام الطائفہ لکھتے ہیں۔ اس کی اپنی کتابیں بھی اس کے غالی شیعہ ہونے کی تصدیق کرتی ہیں۔

(اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ' جلد ۵' کتاب ۲' ص ۱۴۳' ۱۴۴)

قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی ابی بکر (الصدیق) رحم اللہ ابابکر کان واللہ للفقراء رحیماً و للقران تالیاً و عن المنکر ناھیاً و

اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے ابوبکر (صدیق) پر کہ اللہ کی قسم! وہ فقیروں کے لئے رحیم تھے اور قرآن کریم کی تلاوت ہمیشہ کرنے والے تھے۔ بری باتوں سے منع کرنے

Marfat.com

بدینہ عارفًا ومن الله خائفاً و عن المنهیات زاجراً و بالمعروف امراً و باللیل قائماً و بالنهار صائماً فاق اصحابه، ورعاً و کفافاً و سارهم زهداً و عفافاً فغضب الله علیٰ من ینقصه، و یطعن علیه۔

والے تھے۔ اپنے دین کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے اور ناکردنی اعمال سے ہٹانے والے تھے۔ اچھی باتوں کا حکم دینے والے تھے۔ رات کو خدا کی بندگی کرنے والے تھے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ تمام صحابہ پر پرہیز گاری اور تقویٰ میں فوقیت حاصل کر چکے تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور پاک دامنی میں سب سے زیادہ تھے۔ پس جو شخص ان کی شان میں تنقیص کرے یا ان پر طعن کرے، تو ان کی شان میں تنقیص کرنے والے پر خدا کا غضب۔ ۱۲

شانِ فاروقی میں بھی ایک تصریح ملاحظہ ہو۔ (ناسخ التواریخ جلد ۵، کتاب نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۴۴)

رحم الله ابا حفص کان والله حلیف الاسلام وماویٰ الایتام و منتهی الاحسان و محل الایمان و کهف الضعفاء و معقل الحنفاء و قام بحق الله صابراً محتسباً حتیٰ اوضح الدین و فتح البلاد و امن العباد اعقب الله من ینقصه اللعنة الیٰ یوم القیٰمة ۱۲

یعنی اللہ تعالیٰ رحمتیں فرمائے ابا حفص عمر رضی اللہ عنہ پر۔ خدا کی قسم کہ وہ اسلام کے سچے ہمدرد تھے۔ یتیموں کے آسرا تھے۔ احسان کے اعلیٰ مرتبہ پر متمکن تھے۔ ایمان کا مرکز تھے، ضعیفوں کے جائے پناہ تھے۔ متقی اور پرہیز گاروں کے ملجا و ماویٰ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت فرمائی جس میں تکلیفوں اور مصیبتوں پر صبر کرنے والے تھے یہاں

Marfat.com

تک کہ دین کو روشن کیا۔ ملکوں کو فتح کیا اور اللہ
تعالیٰ کے بندوں کو خوف سے بچا کر امن میں
رکھا جو شخص بھی ان کی شان کو گھٹائے' وہ
قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہے۔ ۱۲

اسی طرح شانِ ذی النورین سیدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔ (ناسخ التواریخ' جلد نمبر ۵' کتاب نمبر ۲' صفحہ نمبر ۱۴۴)

رحم اللہ عثمان کان واللہ اکرم الحفدة و افضل البررة هجاداً بالاسحار کثر الدموع عند ذکر النار نها ضا عند کل مکرمة سبّاقاً الیٰ کل منجیة حبیباً وّ فیّا صاحب جیش العسرة و حموا رسول اللہ صلی اللہ علیه والہٖ فاعقب اللہ من یلعنه' لعنة اللاعنین۔

اللہ کی رحمتیں ہوں عثمان (رضی اللہ عنہ) پر اللہ کی قسم وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریف ترین داماد تھے۔ اور مقدس لوگوں سے افضل تھے۔ بہت تہجد (نماز) پڑھنے والے تھے۔ نارِ جہنم کی یاد کرتے وقت بہت رونے والے تھے۔ ہر بہترین کام میں ہر نجات دینے والے پہلو کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے تھے۔ غزوۂ تبوک میں اسلامی لشکر کی اعانت کرنے والوں کے سردار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار تھے۔ جو شخص ان کی شان میں لعنت کرتا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اور ان لوگوں کی لعنت ہے جو لعنت کرنے والے ہیں۔

کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹۹' ۱۴۶' ۱۵۱ پر ائمہ کرام سے یہ روایت موجود ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر حضور اقدس علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک دست مقدس پر اپنے ہی دوسرے دست مقدس کو رکھ کر فرمایا کہ "یہ

Marfat.com

عثمان کا ہاتھ ہے" (جو میرے ہاتھ پر بیعت کے شرف سے مشرف ہو رہا ہے)۔

سبحان اللہ! یہ منزلت اور یہ یگانگت۔ یہ اتحاد اور یہ مرتبہ۔ اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کے مدعی ان کی شان میں بکواس بکیں؟ یہ شرف اور بھی کسی کو نصیب ہوا؟ ائمہ ہدیٰ کی ان تصریحات کا انکار صرف اس صورت میں کارگر ہو سکتا ہے کہ اہلِ تشیع کے ذاکرین مذہب شیعہ کی تمام تر کتابوں کو ضبط کرا دیں اور ان کی کلی یا جزوی اشاعت قانوناً جرم قرار دیں۔ بتایئے اس کے سوا بھی کوئی چارہ ہے یا انکار روایات کوئی معنی رکھتا ہے؟

محترم بھائیو! میں خدا کو حاضر ناظر یقین کرتے ہوئے مذہبی تعصب کو بر کنار رکھ کر محض حق پسندی اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ ائمہ طاہرین کی اس قدر واضح اور غیر مبہم تصریحات سے انکار کرنا اور ان کی بعید از قیاس تاویلیں کرنا ان کے اصل مفہوم اور معنی سے انحراف کر کے عقل اور صحیح نظر و فکر کے خلاف توجیہیں کرنا صرف اس شخص سے ممکن ہے جو دل سے ان کے ساتھ ایک رائی کے برابر بھی الفت نہیں رکھتا اور اس کے دل میں ان مقربین بارگاہِ صمدی کی ذرہ بھر وقعت نہیں۔ صرف زبانی دعویٰ یا محرم کے چند دنوں میں ہنگامہ آرائی۔ ائمہ صادقین کے صریح ارشادات کی خلاف ورزی کا تدارک نہیں کر سکتی اور ان ائمہ ہدیٰ کے واضح تر احکامات اور ان کے حلفیہ بیانات اور قسمیہ تصریحات کو خلاف واقعہ اور جھوٹ یقین کرنے والا ان کا محب اور مؤمن نہیں ہو سکتا۔

کافی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۹۹ بھی مطالعہ فرماتے جائیں۔

ينادى منادٍ فى اوّل النهار الا ان فلان ابن فلان و شيعته' هم الفائزون و ينادى اخر النهار الا ان عثمان و شيعته' هم الفائزون۔

یعنی صبح کو ایک ندا کرنے والا ندا دیتا ہے کہ ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ فلاں ابن فلاں اور ان کا گروہ وہی ہیں جو فائز المرام ہیں اور شام کو ایک ندا دینے والا یہ ندا دیتا ہے ہوش سے خبردار ہو کر سنو کہ عثمان اور ان کا گروہ وہی ہیں جو فائز المرام ہیں۔

Marfat.com

فلاں' سے کون مراد ہیں؟ تو اہلِ تشیع کی عادت ہے کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا نام نامی لکھنا پڑ جائے تو فلاں لکھ کر سبک دوش ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سائے سے بھی اس طرح بھاگتے ہیں کہ دوسرا راستہ اختیار کرتے ہوئے فلاں کہہ دیتے ہیں۔ اہلِ تشیع نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ یہ طرز اختیار کی ہے۔ مثلاً کتاب نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۲۱۹ مطبوعہ ایران۔

للہ بلاء فلان فلقد قوّم الاود والعمد اقام السنّة و خلّف الفتنة و ذهب نقيّ الثوب قليل العيب اصاب خيرها و سبق شرّها ادّى الى الله سبحٰنه طاعته و التقيّة بحقهٖ رحل و تركهم فى طرق متشعبة لا يهتدى فيها الضال ولا يتيقن المهتدى۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہی جزائے خیر عطا فرمائے فلانے کو جس نے کج روی کو قطعی طور پر درست کیا اور جہالت کے مرض کی دوا کی۔ جس نے سنت کو قائم کیا اور فتنہ کو پیچھے دھکیلا دنیا سے پاک دامن ہو کر اور بے عیب ہو کر گیا بھلائی اور خیر کو حاصل کیا اور فتنہ اور شر سے پہلے چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت کما حقہ ادا کی۔ وہ رخصت ہو گیا اور لوگوں کو اس طرح پریشان حالت میں چھوڑ گیا کہ گمراہ ہدایت نہیں پا سکتا اور ہدایت یافتہ یقین نہیں کر سکتا۔

حضرت امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خطبے کی شرح میں صاحبِ بہجۃ الحدائق اور ابن ابی الحدید اور منہاج البراعۃ اور لاہجی اور ابن میثم تصریح کرتے ہیں کہ ''فلاں'' سے مراد عمر ہیں۔ البتہ ابن میثم ابوبکر (الصدیق) رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کہتے ہیں۔ الدرۃ النجفیہ میں ہے۔ کہ ابوبکر صدیق مراد ہیں۔ نہج البلاغۃ کی یہ شروح متعصب اور غالی اہلِ تشیع نے کی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صاحبِ بہجۃ الحدائق اس خطبے کی شرح کے آخر میں کہتے ہیں۔ شیرِ خدا نے بطور تقیہ امیر المؤمنین عمر

Marfat.com

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس قدر تعریف فرمائی ہے۔ بہر حال ہم کو مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کلام پاک اور ان کا ارشاد گرامی پیش کرنا ہے۔ ان کے مافی الضمیر المنیر کے متعلق خدا جانے اور وہ جانیں۔ شاید امام عالی مقام علم الصدق والصفا شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقیہ کرنے کا مسئلہ معلوم نہ ہوگا۔ ورنہ جب گھر میں تقیہ ضروری امر تھا تو غربت و سفر میں علی الخصوص عترت معصومین کے ساتھ تھے تو ضرور وہ بھی تقیہ کرتے اور خانوادۂ نبوت کو شہید نہ کراتے اور باامن وامان مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے۔ اہلِ تشیع کو یہ لدنی اور صدری علوم زندہ جاوید ہستیوں کا ماتم منانے اور مقتدیانِ امت کے حق میں سب وشتم بکنے سے حاصل ہو گئے۔

بھائی یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے۔ اگر بابِ مدینۃ العلم کا نظریہ' ان کا مذہب ان کا عقیدہ' ان کی رازداری کا شرف اور ان کے باطنی علوم نہ معلوم ہو سکے تو مظلوم کربلا کو اور ان کے افکار و اسرار یا مافی الضمیر کا علم ہو گیا تو شیعہ کو۔ مگر۔

سر داد و نداد دست در دستِ یزید　　حقا کہ واقفِ لا الٰہ است حسین

تقیہ نہ کرنے والے پر جو بے پناہ فتوے اور ان کی تکفیر اہلِ تشیع کی ام الکتاب یعنی کافی کلینی میں موجود ہے کہ اس کا مستقل باب باندھا ہے۔ جس کو دیکھ کر الامان والحفیظ بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے اور اہلِ تشیع کے صدق و صفا اور ان کی صاف باطنی کی داد دینی ضروری ہو جاتی ہے اس کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔

حضرت امام حسین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فرزند' ان کے شاگرد' ان کے خلیفہ' ان کے فیض یافتہ اور یہ شیعہ حضرات ان تمام نعمتوں سے محروم۔ تو پھر یہ نعمت عظمیٰ ان کو نصیب ہو گئی کہ باطنی علوم سے صرف اور صرف یہی فیض حاصل کر سکے اور امام (معاذ اللہ) محروم رہ گئے۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى۔

بہر حال ہم ظاہر بینوں کو مدعیانِ محبت و تولّی کی انتہائی معتبر کتابوں میں ائمہ طاہرین معصومین صادقین کی سند سے جو روایات پہنچی ہیں ہم تو انہی پر اکتفا کرتے ہوئے گزارش کرنے کے اہل ہیں اور امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہری

Marfat.com

طرز عمل اور ان کی ظاہری تعلیم کو اہلِ بیت کرام کے صدق و صفا کا علم سمجھتے ہیں اور اسی پر قناعت کر سکتے ہیں۔ میدان کربلا کا ذرہ ذرہ ہمیں جس صاف باطنی اور غیر خدا کے خوف سے بے دھڑک ہو کر صدق بیانی کی طرف بلا تا رہے گا ہم تو بھائی اسی کو شیر خدا کا نظریہ یقین کرتے رہیں گے۔ ہماری آنکھیں تو کسی دوسرے صدری علم کو نہیں دیکھ سکتیں۔ اپنی اپنی استعداد ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات اور وہ بھی ائمہ معصومین کی سند کے ساتھ تو آپ ان کا نمونہ دیکھ چکے۔ اب ہم آپ کو شیر خدا کا طرز عمل بھی پیش کرتے ہیں۔ (ناسخ التواریخ' جلد ۲' صفحہ ۴۳' مطبوعہ ایران)

پس از ہفتاد شب با ابو بکر بیعت کرد و بروایتے پس از شش ماہ با ابو بکر بیعت کرد۔	یعنی ستر دنوں کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے حضرت ابو بکر کے ساتھ بیعت کی (رضی اللہ عنہما) اور ایک روایت میں چھ ماہ کے بعد بیعت کی۔

ہاں جی ضروری' اگرچہ چھ سال کے بعد ہی بیعت کرتے تو بھی اس کو بیعت کرنا ہی کہا جاتا۔ اب اس تاخیر کے اسباب تو اس واقعہ کو تیرہ سو سڑسٹھ سال ہو گئے ہیں۔ جو راوی دو ماہ دس دن سے کھینچ تان کر چھ ماہ تک لے جا سکتے ہیں۔ وہ ایک آدھ دن سے دو ماہ تک بھی لے جا سکتے ہیں۔ دوسرا چھ ماہ کے عرصہ تک جس نے کربلا کا سا سامان مہیا نہیں فرمایا اور آخر پورے غور اور خوض کے بعد بیعت ہی کو اختیار فرمایا۔ اسی کی رائے عالی صائب تھی۔

تیسرا کتاب شافی لعلم الہدیٰ جو غالی ترین شیعہ کی تصنیف ہے اور کتاب تلخیص جو شیعوں کے محقق طوسی کی تصنیف ہے جن کا حوالہ گزر چکا ہے۔ ان میں صاف صاف روایت امام جعفر صادق امام محمد باقر سے اور وہ امام زین العابدین سے فرماتے ہیں کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ابو سفیان نے ان کی خلافت کو ناپسند کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ جس پر شیر

Marfat.com

خدا نے ان کو وہ ڈانٹ دی کہ تا قیامت عبرت رہے گی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو سراہا اور اس کو برحق تسلیم فرمایا۔ اس واقعہ سے تقیۃً یا جبراً بیعت کا سوال بھی اٹھ جاتا ہے۔ جب اس قدر فوج مہیا تھی تو پھر خوف کاہے کا تھا؟ نیز جبراً بیعت کا فائدہ ہی کیا تھا۔ جب جبراً ووٹ کی پرچی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی تو وعدۂ اطاعت اور وفا جبراً حاصل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر تقیۃً اور جبراً بیعت کرنا بھی انوکھی منطق کا قضیہ ہے۔

بھائی تقیہ کا تو معنی ہی یہی ہے کہ ظاہر میں طرفدار اور دل سے بیزار تو پھر مجبور ہونا اور نقل کفر کفر نباشد' گھسیٹنے کی نوبت آنا اور (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) گلے میں رسا ڈلوا کر گھسیٹنے کی حالت میں مسجد میں جانا بھی عجیب رضامندی اور طرف داری کا اظہار ہے۔ دراصل اہل تشیع بیعت نہ کرنے اور ناخوشنودی کے جتنے احتمالات ہو سکتے ہیں بیک وقت پیش کر کے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں باہمی اختلافات ثابت کرتے وقت عقل سے بھی تقیہ کر جاتے ہیں اور یہی ایک تقیہ تمام تر شیعہ مذہب کے دردوں کی دوا ہے۔

کتاب شافی لعلم ہدیٰ الشیعہ مطبوع ایران' صفحہ ۴۰۲ سطر ۱۳ بھی مطالعہ کیجئے جہاں شیر خدا کے بیعت کرنے کی وجہ ان لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

انہ' ان عدل عنھا و اباھا نسب الی الخلاف و اعتقدت فیہ العداوۃ ولم یامن المکروہ و ھذہ حال توجب علیہ ان یتولی ما عرض علیہ الخ

یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اگر بیعت سے انکار کرتے تو ان کی مخالفت ظاہر ہوتی اور ان کے متعلق یہ خیال قائم کیا جاتا کہ وہ دشمن ہیں تو پھر تکالیف سے بچ نہ سکتے۔ اس حال میں ان کے لئے ضروری تھا کہ پیش آنے والے حالات کو پسند کریں۔

اس عبارت نے چند حقائق واضح کر دیئے۔ اول یہ کہ حضرت سیدنا علی

Marfat.com

المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلفائے راشدین کے زمانہ خلافت میں حتی المقدور ان کی اطاعت اور فرماں برداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں فرمایا اور کوئی ایسا فعل یا عمل ظاہر ہونے نہیں دیا جس سے مخالفت معلوم ہو سکتی اور کوئی ایسا کلام نہیں فرمایا جس سے ان کا آپس میں خلاف متصور ہوتا۔ دوسرا یہ کہ ان کی اطاعت اور فرماں برداری کو ان حالات میں واجب یقین فرماتے تھے اب اس تصریح کے ساتھ ذرا جبر و اکراہ والی روایت کو ملا کر پڑھو۔ اس کے بعد اور نہیں تو شیعہ مذہب کا ماتم ہی کر لو۔

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

مجتہدین شیعہ نے جب بیعت سے انکار ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے بعد بھی مکمل ناکامی دیکھی تو شیرِ خدا کی شیری پر حملہ کرنا ضروری یقین کیا اور اس قسم کے تخمینے گھڑنے میں اپنی عافیت دیکھی۔ مگر کروڑوں رحمتیں ہوں شہید کربلا پر جس نے ان تمام تخمینوں اور ٹوٹلوں کے پرخچے اڑا کر رکھ دیئے اور تا قیامت میدانِ کربلا میں اپنے روضۂ اقدس کو اس قسم کے تخمینوں کے جواب میں کھڑا کر دیا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جدہٖ و علیٰ جمیع عترتہٖ

شیعوں کی کتاب کافی میں کئی جگہ شیرِ خدا کا خلفائے راشدین سابقین کے ساتھ بیعت کرنے کا ذکر ہے مگر اکثر مقامات پر یہی لکھا ہوا ہے کہ مجبور ہو کر اور (معاذ اللہ العظیم) گلے میں رسا ڈلوا کر کشاں کشاں وعدہ اطاعت کے لئے بیعت کرنے کی خاطر شیرِ خدا تشریف لے گئے اور شیرِ خدا نے تقیہ کیا ہوا تھا۔ یعنی ظاہر میں ان کے ساتھ تھے اور اندرونی طور پر بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اہلِ تشیع کے فضلاء سے کوئی یہ پوچھے کہ ظاہر اطرفداری اور جبر و اکراہ کی آمیزش و امتزاج تو سمجھاؤ کہیں آپ اجتماع نقیضین کی مثال تو نہیں دے رہے؟ یا مانعۃ الجمع کو محقق الوجود تو نہیں بتا رہے ہے؟ اس جبر و اکراہ اور تقیہ کا باہمی امتزاج اور آمیزش کی شان دیکھنی ہو تو ناسخ التواریخ جلد ۲، صفحہ ۴۳، ۹ ۴ ۴ اور کتاب حملہ حیدری مصنفہ علامہ باذل کا مطالعہ فرماویں۔ اور کتاب شافی لعلم ہدیٰ الشیعہ مطبوع ایران صفحہ ۳۹۸ سطر نمبر ۷ میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

اپنے ایک جاں نثار "بریدہ" کو حکم دے رہے ہیں کہ تم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرو۔ بعینہٖ عبارت ملاحظہ فرمائیں

فقال علی علیہ السلام یا بریدۃ ادخل فیما دخل فیہ الناس فان اجتماعھم احبّ الیّ من اختلافھم الیوم ۱۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اپنے جاں نثار خادم) بریدہ کو حکم دیا کہ تم بیعت کرنے والے زمرہ میں شامل ہو جاؤ۔ کیونکہ ان کا اجتماع بہ نسبت اختلاف کے مجھے زیادہ پسند ہے۔

اسی صفحہ پر خود حضرت علی شیر خدا کے بیعت کرنے کا وضاحت کے ساتھ ذکر ہے۔

اسی طرح یہ تمام صفحہ اور صفحہ ۳۹۹ کی پہلی چار سطریں ملاحظہ فرمائیں۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شیر خدا کی بیعت کو تواتر کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔ اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۳۵۴، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۷ وغیرہ ملاحظہ کریں۔ البتہ ان صفحات میں بعض روایتوں میں یہ تصریح ہے کہ شیرِ خدا نے رضا و خوشی کے ساتھ بیعت فرمائی تاکہ مسلمانوں میں اتفاق قائم رہے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ آپ نے اس لئے بیعت کی تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں اور لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی خلیفہ صدیق ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کریں۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ شیرِ خدا نے ڈر کر بیعت فرمائی۔ اور اصل مقصد کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ بہر حال بیعت کا ثبوت اخبار متواتر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ نیت کے متعلق بعد کے ٹوٹل ہیں۔ اہلِ عقل و ہوش تھوڑا سا غور اس بات پر بھی فرمالیں کہ جس بات کو شیرِ خدا جیسی عقلمند اور فہیم ترین ہستی نے ایسا چھپایا تھا کہ اس زمانہ کے عقلمند اور مسلم ترین سیاست دان نہ سمجھ سکے اور شیر خدا کو اپنے ہر معاملہ میں مشیر بنائے رکھا تو سینکڑوں برس کے بعد دور دراز ملک کے رہنے والوں نے شیر خدا رضی اللہ عنہ کی وہ قلبی کیفیت کیسے معلوم کرلی جو امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے قریب ترین رشتہ دار اور قریب ترین علم رکھنے والی ہستی کو بھی معلوم نہ ہو سکی۔

Marfat.com

کافی کتاب الروضہ مطبوع لکھنؤ صفحہ ۱۳۹ کی عبارت بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔

عن ابی جعفر علیه السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابابکر لم یمنع امیر المومنین علیه السلام ان یدعو الی نفسهٖ الا نظراً للناس و تخوفاً علیهم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا اوثاناً ولا یشهدوا ان لا اله الا الله و ان محمداً رّسول الله و کان الا حب انیه ان یقرّهم علیٰ ما صنعوا من ان یرتدّوا عن جمیع الاسلام و انما هلك الذین رکبوا فاما من لم یصنع ذلك و دخل فیما دخل فیه الناس علیٰ غیر علم ولا عداوة لامیرالمؤمنین علیه السلام فان ذلك لا یکفّره ولا یخرجه من الاسلام فلذالك کتم علی علیه السلام امره و بایع مکرهاً حیث لم یجد اعواناً .

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنا شروع کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ساتھ بیعت کرنے کے لئے لوگوں کو اس خوف سے نہ بلایا کہ لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بت پرستی شروع کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ صحبہ وسلم کی رسالت کی شہادت دینا چھوڑ دیں گے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لوگوں کے مرتد ہو جانے سے زیادہ پسند تھی کہ صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کی بیعت کرنے پر لوگوں کو برقرار رکھیں اور بلاشبہ وہ لوگ ہلاک ہوئے جو مرتد ہوئے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اور لاعلمی کی بنا پر اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ عداوت کے بغیر لوگوں کے ساتھ بیعت میں شامل ہو گیا' اسکو یہ بیعت کر لینا نہ کافر بناتا تھا نہ اسلام سے خارج کرتا تھا۔ اسی لئے حضرت علی

Marfat.com

رضی اللہ عنہ نے اپنے امر کو چھپایا اور مجبور
ہو کر بیعت کی جبکہ اپنا کوئی مددگار نہ دیکھا۔

اب صاحب کافی کلینی اور اہلِ تشیع کے علم الہدیٰ کی شافی کے تخمینوں کے ساتھ مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کا اپنا حلفیہ بیان پڑھئے کہ وہ شیر خدا بے یار و مددگار ہونے کی صورت میں ڈر کر بیعت کرنے والے تھے یا نہ ؟

انی واللہ لو لقیتھم واحداً و ھم طلاع الارض کلھا ما بالیت ولا استوحشت الخ (نہج البلاغۃ طبع ایران' خطبہ ۲۹۸)	خدا کی قسم! میں اکیلا اگر ان کے مقابل آ جاؤں اور تمام روئے زمین کے لوگ میرا مقابلہ کریں تو نہ میرے دل میں کوئی کھٹکا محسوس ہوگا اور نہ ہی مجھے کسی قسم کا خوف و ہراس ہوگا۔ الخ

امنّا و صدّقنا واقعی شانِ حیدری کا یہی مقتضیٰ ہے۔ اب حسب روایات شافی وغیرہ ابو سفیان ایک لشکرِ بے پناہ لے کر امداد پر آمادہ ہے۔ اور ایک اشارہ سے تمام علاقہ کو سواروں اور پیدلوں سے پر کرنے پر تلا ہوا ہے۔ (حوالہ گزر چکا ہے) تو فرمائیے بے یار و مددگار اہل تشیع کی لغت میں کیا معنیٰ رکھتا ہے ؟ اور پھر بے یار و مددگار کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ جب شیرِ خدا بائیں ہاتھ سے ستر ہزار دشمن کے سر نوچ سکتے ہیں۔ تلوار اٹھانے کی بھی حاجت نہیں۔ (علل الشرائع جلد ۲' آخری روایۃ) فاروق اعظم جیسی شخصیت دور سے دیکھ کر لرزہ باندام ہو جاتی ہے تو خدا کے واسطے سوچو کہ شیر خدا کو کس کا ڈر تھا۔ اہلِ تشیع کی ان معتبر ترین کتابوں کی ان ڈرنے والی روایات کو اگر سچا مان لیا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شیر خدا رضی اللہ عنہ خلفائے سابقین کی مخالفت کرنے میں خدا سے ڈرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی سے ڈرتے تھے۔ جس کے حوالے ناسخ التواریخ وغیرہ کتب شیعہ سے پیش کئے گئے ہیں اور اس امام الائمہ کے دل میں غیر خدا کا خوف نہیں آسکتا۔ ایک دفعہ شیعوں کے ایک علامہ صاحب نے شیر خدا کے ڈر جانے کی دلیل میں میرے سامنے واقعہ ہجرت کو پیش کیا کہ

Marfat.com

رسولِ خدا بھی تو دشمنوں سے ڈر گئے تھے کہ ہجرت فرما ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر ڈر کی وجہ سے ہجرت فرمائی تھی تو حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ آپ ایسی دشمنی بھی (معاذاللہ) ثابت کریں کہ جس کی وجہ سے اپنے بستر پر ان کو سونے کا حکم دیا۔

میاں! اس وقت جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ اور سکون اور اطمینان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول ہونے کا یہ ایک ذریعہ تھا۔ ہجرت کا فلسفہ یا خدا جانے یا ہجرت کرنے والے جانیں۔ بہر حال اگر ڈر ہوتا تو اپنے چچازاد بھائی کو اپنے ساتھ رکھتے جیسا کہ صدیق اکبر کو ساتھ لے چلے۔ حضور حکم الٰہی کے تابع تھے۔ جیسا کہ تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ شیرِ خدا قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں نہیں ڈر سکتا۔ اور یہ کہ بچہ ماں کے دودھ کو جس طرح پسند کرتا ہے میں موت کو اس سے بھی زیادہ پسند کرتا ہوں۔ پھر وہ شیری وہ دلیری وہ کرامات اور وہ بے پناہ لشکر اور اس کے باوجود شیرِ خدا ان سے ڈرتے تھے۔ تو پھر اس مقدس ہستی کو قوتِ پروردگار اور ہیبت الٰہی کہنے سے کیا حاصل ہے؟ اے برادران وطن کچھ خدا سے بھی ڈرو اور اس قسم کے بے سروپا ٹوٹل اور تخمینے شیر خدا کے حلفیہ بیانات کے بالمقابل صحیح نہ سمجھو۔

سب سے بڑی بات تو شانِ حیدری کا لحاظ رکھنا ہے کہ وہ شیرِ خدا کسی خوف یا ڈر کی بناء پر بیعت کرنے والے تھے یا نہ؟ دوسرا امام حسین کا اسی بیعت کے سوال میں سر دے دینا اور بیعت کے لئے ہاتھ نہ دینا نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور ان باپ بیٹے کے نظریات میں خلاف و تضاد تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرا شانِ حیدری کے برعکس اگر تقیۃً و مجبوراً بیعت کا انعقاد فرض بھی کر لیا جاوے تو حسب ارشاد مرتضوی (نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۰' وناسخ التواریخ جلد ۳' حصہ نمبر ۲' ص ۳۳' ص ۴۸ پر جو آگے مذکور ہو گا) کہ زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے بیعت کی ہے اور دل سے نہیں کی تو بیعت کرنے کا اس نے یقیناً اقرار کیا اور بیعت کرنے والے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ الخ چوتھا حضرت زبیر نے جو بیعت کی تھی جس کو حضرت علی صحیح بیعت قرار دے رہے ہیں وہ بھی حسب تصریح ناسخ التواریخ' جلد ۳' حصہ نمبر ۲' صفحہ نمبر ۷' انتہائی جبر و اکراہ

Marfat.com

کی بناء پر تھی۔ دیکھو اصل عبارت ناسخ التواریخ۔

از پس او اشتر روئے بازبیر کرد فقال قم یا زبیر واللہ لا ینازع احد الا وضربت قرطہ بھذا السیف گفت .اے زبیر برخیز و بیعت کن. سوگند با خدائے ھیچکس از در منازعت بیرون نشود الا آنکہ سرش برگیرم پس زبیر برخاست و بیعت کرد. الخ	یعنی حضرت علی کے خادم خاص اشتر نے حضرت زبیر کی طرف منہ کر کے کہا کہ اٹھ اور بیعت کر۔ خدا کی قسم جو بھی بیعت کرنے سے انکار کرے گا تو اس کا سر قلم کر کے رکھ دوں گا۔ پس زبیر اٹھے اور حضرت علی سے بیعت کی۔

اب اس جبر و اکراہ کے ساتھ بھی بیعت صحیح بیعت کے حکم میں ہے‘ تو حضرت علی کا خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنا اسی طرح صحیح بیعت تسلیم کر لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

اہلِ بصیرت کے سامنے اس پر تبصرہ تحصیلِ حاصل ہو گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت علی کے ساتھ بیعت کرنے سے لوگ (معاذ اللہ) مرتد ہو جاتے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے سے نہ اسلام سے خارج تھے اور نہ کافر بنتے تھے۔ یہ کیوں؟

پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ جانتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت سے اگر لوگوں کو ہٹایا جائے تو مرتد ہو جائیں گے تو پھر حسب روایات ناسخ التواریخ اور حملہ حیدری وغیرہ چھ ماہ تک یا (بروایتے) دو ماہ تک توقف کیوں فرمایا؟ اور جب ارتداد جیسے فتنہ کو روکنا تھا تو (نقل کفر کفر نباشد) ریسماں اندازی اور کشاکشی کی تہمت کیوں لگائی گئی؟ اور جب (حسب روایات ناسخ التواریخ و شافی وغیرہ) ابو سفیان اور ان کے ساتھی ایک بے پناہ لشکر لے کر امداد کے لئے حاضر ہوئے تو مجبوری کا کیا معنی اور بے یار و مددگار ہونے کا کیا مطلب؟

Marfat.com

مسلمان بھائیو! شیرِ خدا کی شان ہی جب ان مدعیانِ تولے کو معلوم نہیں۔ تو اس قسم کی بے سروپا روایات نہ گھڑتے تو کیا کرتے؟ شاید امام عالی مقام شہید کربلا سے زیادہ شیرِ خدا بیعت پر مجبور تھے۔ (نعوذباللہ ان نکون من الجاہلین) یا یہ کہ میدانِ کربلا میں خانوادۂ نبوت کی شہادت اور گلستان نبوت اور چمنستانِ رسالت کا (معاذاللہ ثم معاذاللہ) نذرِ خزاں ہونا مجاہد کربلا کے بیعت کر لینے سے روکا نہیں جاسکتا تھا۔ اور معاندین اور شہید کنندگان سید شباب اہل الجنہ اور حضور کے سارے خاندان عالی شان کو شہید کرنے والوں نے مرتد اور خارج از اسلام نہیں ہونا تھا جن کو کفر اور ارتداد سے بچانا امام عالی مقام شہید کربلا کا اولین فریضہ تھا۔ اور حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی سنت اقدس پر عمل کرنا اپنی جگہ پر ضروری تھا۔ اور ہم خرما و ہم ثواب فی حد ذاتہٖ ایک مصلحت موجود تھی۔

اہل تشیع کے علامہ متبحر ابن میثم شرح نہج البلاغۃ میں حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں جو بصورت کتاب حضرت معاویہ کی طرف ارسال فرمایا۔ اور جس کو جامع نہج البلاغۃ نے بمقتضائے صداقت و دیانت قطع و برید اور تحریف سے خالی نہیں چھوڑا۔ ابن میثم وہ تمام ارشاد نقل مطابق اصل کرتے ہیں۔ جن کو جامع نہج البلاغۃ نے قطع و برید کر دیا اور بعض کتاب پر ایمان اور بعض کے ساتھ کفر کی یاد تازہ کر دی۔

و ذكرت ان اجتبٰى له' من المسلمين اعواناايّدهم به فكانوا فى منازلهم عنده علىٰ قدر فضائلهم فى الاسلام و كان افضلهم فى الاسلام كما زعمت و انصحهم لله و لرسوله الخليفة الصديق و خليفة الخليفة الفاروق ولعمرى ان مكانهما فى الاسلام لعظيم و ان الصائب بهما

یعنی اے معاویہ تم یہ بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاون و مددگار مسلمانوں سے منتخب فرمائے اور ان کو حضور کے ساتھ تائید بخشی۔ تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے مرتبوں میں وہی قدر رکھتے ہیں جس قدر کہ اسلام میں ان کے فضائل ہیں۔ اور ان سب سے اسلام میں افضل

Marfat.com

لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما اللہو جزاهما اللہ باحسن ما عملا (ابن میثم شرح نہج البلاغۃ مطبوعہ ایران صفحہ ۴۸۸، سطر نمبر ۵)

اور سب سے اللہ اور اس کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے سچے خیر خواہ خلیفہ صدیق (ابوبکر) اور حضور کے خلیفہ کے خلیفہ فاروق (عمر) ہیں جیسا کہ تو خود تسلیم کرتا ہے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ ان دونوں (خلیفوں) کا رتبہ اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان دونوں کی وفات اسلام کو ایک شدید زخم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت فرمائے اور ان کو اچھے اعمال کی جزا بخشے۔ ۱۲

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ خطبہ میں فرماتے ہیں۔

بحمد اللہ و اثنیٰ علیه و صلی علیٰ محمد (صلی اللہ علیه والہٖ وسلم) ثم قال اتانا بالعدل معلناً مقالته، مبلغاً عن ربهٖ ناصحاً لامته حتیٰ قبضه اللہ مخیرا مختارا ثم قام الصدیق فصدق عن نبیهٖ و قاتل من ارتد عن دین ربه و ذکر ان اللہ عزوجل قرن الصلوٰۃ و الزکوٰۃ فرای تعطیل احدیهما طعناً علی الأخریٰ لابل علیٰ جمیع منازل الدین ثم قبضه اللہ الیه موفوراً ثم بعده الفاروق ففرق بین الحق

یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خطبہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شرف کے بعد فرمایا کہ حضور اقدس ہماری طرف تشریف لائے عدل و انصاف کے ساتھ۔ ایسی حالت میں کہ اپنی شریعت کا اعلان فرمانے والے تھے اپنے پروردگار کی طرف سے تبلیغ فرمانے والے تھے۔ اپنی امت کی خیر خواہی فرمانے والے تھے۔ حتیٰ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی حالت میں وصال بخشا کہ حضور کو وفات یا حیات میں اختیار بخشا تھا۔ پھر آپ کے بعد

Marfat.com

والباطل مسویاً بین الناس لا موثرا لا قاربه ولا محکما فی دین ربّه ۱۲
(ناسخ التواریخ، جلد سوم، کتاب نمبر ۲، صفحہ ۵۲۱ سطر ۱۵ تا ۱۹)

صدیق خلیفہ تھے۔ پس انہوں نے اپنے رب کی تصدیق کی اور اللہ کے دین سے جن لوگوں نے ارتداد کیا تھا ان کے خلاف جہاد فرمایا۔ اور یہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو اکٹھا بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ زکوٰۃ کا انکار نماز کا (بھی) انکار ہے۔ نہیں بلکہ ساری شریعت کا انکار ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو مکمل طور پر اپنے جوار رحمت میں لے لیا۔ پھر ان کے بعد فاروق (اعظم) خلیفہ بنے تو آپ نے حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا اور ایسی مساوات قائم کی کہ اپنے اقرباء کو بھی ترجیح نہ دی اور اللہ کے دین میں اپنی طرف سے کسی قسم کا دخل نہ دیا۔ ۱۲

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خطبہ میں حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف ان کلمات طیبات سے فرمائیں اور محبت اور تولی کے مدعیان ان کو ظالم اور غاصب کہیں۔ بتاؤ کس کو سچا جانتے ہو؟ اور کون جھوٹا ہے؟ ظاہر ہے کہ مولی علی رضی اللہ عنہ تو راست بازوں کے امام ہیں۔ وہی لوگ جھوٹے ہیں جو ان کے کلام فیض ترجمان کو جھٹلاتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد گرامی جو اپنے زمانہ خلافت میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف مکتوب گرامی میں تصریح فرماتے ہیں۔

انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکرو   یعنی میرے ساتھ ان ہی لوگوں نے

Marfat.com

عمر و عثمان علیٰ ما بایعوهم علیه ولم یکن للشاهد أن یختار ولا للغائب أن یرد و انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علیٰ رجل و سموه اماماً کان ذٰلك لله رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الیٰ ما خرج منه فان ابی قاتلوه علیٰ اتباعه غیر سبیل المومنین و ولاه ما تولّی الخ (نہج البلاغۃ' کتاب نمبر ٦)

بیعت کی ہے جن لوگوں نے ابوبکر (صدیق) اور عمر (فاروق) اور (سیدنا) عثمان کے ساتھ بیعت کی تھی۔ پس کسی حاضر کو یہ حق نہیں کہ میرے بغیر کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنائے اور نہ ہی کسی غائب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ (ایسی خلافت) رد کرے۔ اور مشورہ دینے کا حق بھی صرف مہاجرین اور انصار ہی کو ہے۔ پس جس آدمی پر ان کا اتفاق اور اجماع ہو جائے اور اس کو امام اور امیر کے نام سے موسوم کر لیں تو انہی کا اجماع اور امیر بنانا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا سے ہوتا ہے۔ پس جو شخص بھی ان کے اجماعی فیصلہ پر طعن کرتے ہوئے یا کوئی نیا راستہ اختیار کرتے ہوئے اس سے الگ ہونا چاہے تو اس کو اسی اجماعی فیصلے کی طرف لوٹانے کی کوشش کرو اور اگر وہ واپس آنے سے انکار کرے تو اس کے خلاف اس بنا پر جنگ کرو کہ اس نے مسلمانوں کے راستہ کے بغیر کوئی دوسرا حصہ اختیار کر لیا ہے اور جس طرف اس کا منہ پھرا ہے اسی طرف اللہ نے اسے جانے دیا ہے (یعنی یہ نہ سمجھو کہ وہ کسی صحیح نظریہ کے تحت مسلمانوں سے الگ ہوا ہے)

Marfat.com

خلافت کے انعقاد کے بارے میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور بیان بھی ملاحظہ فرمالیں۔ چونکہ آپ کا یہ بیان بھی حلفی ہے اس لئے اس کو نظر انداز نہ فرمائیں۔

ولعمری لئن کانت الامامۃ لا تنعقد حتّٰی تحضرھا عامّۃ النّاس ما الیٰ ذلک سبیل ولکن اھلھا یحکمون علیٰ من غاب عنھا. ثمّ لیس للشاھد ان یرجع ولا للغائب ان یختار. الا و انی اقاتل رجلان رجلاً ادّعیٰ ما لیس لہ و اخر منع الذی علیہ الخ (نہج البلاغۃ، طبع ایران، خطبہ ۱۷۲)

یعنی مجھے میری زندگی کی قسم ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ جب تک تمام لوگ جمع ہو کر خلیفہ اور امام مقرر نہ کریں اتنے تک امام بن ہی نہ سکے۔ بلکہ صرف اہل الرائے لوگ ہی اس کا فیصلہ کرنے کے اہل ہیں۔ جو غیر لوگوں کو اس فیصلہ کا حکم دیتے ہیں۔ اس فیصلہ کے بعد کسی حاضر ہونے والے کو اس فیصلہ سے انحراف کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ ہی کسی غیر حاضر کو اس فیصلہ کی مخالفت کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ خبردار! میں دو قسم کے لوگوں کے خلاف قطعی طور پر جنگ کروں گا۔ ایک وہ لوگ جنہوں نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جس کے وہ مستحق نہ تھے۔ دوسرے وہ لوگ جنہوں نے کسی کا حق روک رکھا ہو۔ الخ

کوئی بھی سمجھدار انسان مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے اس حلفی بیان کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلافت کے مستحق نہ ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جنگ نہیں کی بلکہ ان کی اعانت فرمائی۔ ان کی امداد فرمائی۔ ان کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو بطیب خاطر رشتہ دیا۔ ان کو امیر المؤمنین تسلیم فرمایا۔ ان کو شیخ الاسلام

Marfat.com

مقتدا اور پیشوا مانا۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ حضور کی تمام امت سے ان کو افضل اور برتر تسلیم کیا۔ ان کی شانِ ارفع میں سب بکنے والوں کو قتل کیا۔ بلکہ آگ میں جلایا۔ (ناسخ التواریخ) اسی طرح اسی سنت پر ان کی اولاد اطہار نے عمل فرمایا۔ (حوالے عرض کئے گئے ہیں) یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلافت کے متعلق ان کے حق میں کوئی وصیت نہ تھی۔ بلکہ اس کا انعقاد صرف اہل الراء لوگوں کے مشورے سے ہی ہو سکتا ہے۔

اور ناسخ التواریخ جلد نمبر ۳' حصہ نمبر ۲' کی عبارت بھی ملاحظہ کریں۔

خطبة امير المومنين عليه السلام انكم بايعتمونی علی ما بويع عليه من كان قبلی و انما الخيار للناس قبل ان يبايعوا فاذا بايعوا فلاخيار لهم الخ	یعنی تم لوگوں نے میرے ہاتھ پر اسی بنا پر بیعت کی ہے جس بنا پر مجھ سے پہلے خلفاء کے ساتھ بیعت کی گئی تھی اور جزایں نیست کہ لوگوں کو کوئی خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار بیعت کرنے سے پہلے ہوتا ہے۔ پس جب وہ بیعت کر چکیں تو ان کو کوئی اختیار باقی نہیں کہ وہ کوئی دوسری راہ اختیار کریں۔

ایک شخص نے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ جواباً شیرِ خدا فرماتے ہیں کہ:

ليس ذلك اليكم انّما ذلك لاهل بدر فمن رضوا به فهو خليفة ۱۲ (کشف الغمہ مطبوع ایران' صفحہ ۲۳' سطر نمبر ۶۲)	یعنی تمہیں خلیفہ مقرر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ خلیفہ مقرر کرنے کا حق صرف اہل بدر ہی کو ہے جس کے متعلق ان کی رضا اور پسندیدگی ہو جائے' وہی خلیفہ برحق ہے۔

اس روایت نے بھی کئی مشکلیں حل کر دیں۔ جو کسی صاحب بصیرت سے

Marfat.com

پوشیدہ نہیں۔ اول یہ کہ اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں وصیت ہوتی تو شیرِ خدا اس وصیت کے خلاف نہ خود عمل کرتے نہ ہی دوسروں کو اس وصیت کی مخالفت کرنے پر مجبور کرتے۔ دوسرا خلافت کے انعقاد کے لئے اہلِ بدر کی رائے پر انحصار نہ قرار دیتے۔ بلکہ وصیت کا ذکر اور اس پر عمل ضروری اور لازمی یقین فرماتے۔ وغیرہ ذلک کمالا یخفیٰ۔

ان ارشادات گرامی پر کسی قسم کا تبصرہ اور اس کی تفسیر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ خلافت کا انعقاد اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی احقیت خلافت اور مدلل طور پر اس کا ثبوت اور مہاجرین وانصار کے متفقہ فیصلے سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ثابت ہونا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی خلافت کی احقیت پر خلفائے سابقین کی احقیت خلافت کو بطور دلیل پیش کرنا اور مہاجرین وانصار جس شخص کو امام وامیر بنائیں' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضاء کے مطابق اس کا امام وامیر ہونا اور حضرت علی المرتضیٰ کا یہ حکم دینا کہ جو ایسے امیر کی خلافت سے انکار کرے وہ واجب القتل ہے۔ یہ سب تصریحات اظہر من الشمس ہیں۔ اب ان تصریحات اور واضح ارشادات کو غلط اور غیر ناشی عن دلیل احتمالات اور غیر معقول توجیہوں کے ساتھ بگاڑنے کی کوشش نہ فرمائی جائے ورنہ حسبِ تصریح صاحب کشف الغمہ حق سے روگردانی ہی ہوگی۔ اور آفتاب کو مکڑی کے جالے سے روپوش کرنے کی مثال زندہ ہو گی۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ اور عقیدہ جو خلفائے راشدین کے متعلق تھا بہت کچھ واضح ہو چکا ہے۔ تاہم ایک اور بھی حضور کے ارشاد کا مطالعہ فرما لیں۔ (نہج البلاغۃ خطبہ امیر علیہ السلام نمبر ۱۲۸)

وقد شاورہ عمر ابن الخطاب فی الخروج علیٰ غزوۃ الروم بنفسہٖ و قد توکل اللہ لاھل ھٰذا الدین باعزاز الحوزۃ و ستر العورۃ والّذی نصرھم	یعنی امیر المؤمنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے حضرت امیر المؤمنین علی (کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) سے روم کے خلاف جہاد میں خود شریک ہونے کے متعلق مشورہ طلب فرمایا

Marfat.com

و هم قليل لا ينتصرون و منعهم وهم قليل لا يمتنعون حيّ لاّ يموت انك متى تسير الىٰ هٰذا العدوّ بنفسك و تلقهم بشخصك فتنكب لا تكن للمسلمين كانفة دون اقصىٰ بلادهم ليس بعدك مَرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلاً مجرباً و احفز معه اهل البلاء و النصيحة فان اظهر الله فذلك ما تحب و ان تكن الاخرے كنت ردءً للناس مثابة للمسلمين۔

حضرت علی المرتضٰی جواباً فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غلبہ دینے اور ان کی عزت اور حفاظت فرمانے کا کفیل اور ذمہ دار ہے اور وہ ذات (جل جلالہ) جس نے مسلمانوں کو ایسی حالت میں فتح و نصرت عطا فرمائی ہے کہ وہ تعداد میں کم تھے اور (کمی کی وجہ سے) فتح حاصل نہیں کر سکتے تھے اور ان کے دشمنوں کو ایسی حالت میں ان سے رد فرمایا کہ وہ تھوڑے تھے اور خود رد نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات زندہ ہے فوت نہیں ہو گی۔ آپ اگر بذات خود دشمن کی طرف جائیں اور بذاتِ خود اس کے خلاف جنگ میں شرکت کریں اور ایسی حالت میں شہید ہو جائیں تو پھر روئے زمین پر مسلمانوں کا کوئی آسرا اور ان کی کوئی جائے پناہ نہ ہو گی۔ آپ کے بعد ان کا کوئی ملجا و ماویٰ باقی نہ رہے گا۔ جس کی طرف وہ رجوع کر سکیں اور اس کے ساتھ پناہ لیں۔ آپ ایسا کریں کہ کوئی تجربہ کار آدمی دشمن کی طرف روانہ فرمائیں اور اس کے ساتھ جنگ آزمودہ لشکر بھیجیں۔ پس اگر اللہ نے فتح نصیب فرما دی تو آپ کا عین منشا یہی ہے اور اگر

Marfat.com

(خدانخواستہ) کوئی دوسری بات ہو گئی تو
آپ کی ذات تو مسلمانوں کے لئے ملجاو
ماویٰ اوران کیلئے جائے پناہ موجود ہو گی۔

ہے کوئی اہلِ تشیع کے مذہب میں نہج البلاغۃ سے زیادہ معتبر کتاب جس کی تصریحات پر اہلِ تشیع کا اطمینان ہو سکے۔ برادران وطن اچھی طرح حضرت مولیٰ المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمالیں اوراس کے بعد اگر یہی ثابت ہو کہ جن ہستیوں کی خیر مولیٰ مرتضیٰ منارہے ہیں' جن کو مسلمانوں کا ملجاو ماویٰ قرار دے رہے ہیں' جن کو مسلمانوں کا آسرااور جائے پناہ بیان فرمارہے ہیں جن کے بعد مسلمان بے آسرا اور بےیارومددگار یقین فرمارہے ہیں تو پھران کی خلافتِ راشدہ سے انکار کیوں؟ ان کی شان اقدس میں سب وشتم کا کیا معنی؟ ہاں اگر یہود و نصاریٰ ان کی شان اقدس میں سب وشتم کریں تو وہ دشمنانِ اسلام ہیں۔ ان کی سلطنتوں کو دولت فاروقی نے تباہ وبرباد کیا۔ ان کے گرجوں کو مسجدوں کی شکل بخشی۔ ان کے آتش کدوں کو ٹھنڈا کیا۔ ان کی تمام ہیبت و دبدبے کو اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرنگوں فرمایا تو ان کا حق تھا مسلمان زادوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے؟ کہ شیرِ خدا کے نظریہ کے برعکس' تاریخ عالم کے برخلاف صرف چندروزہ عشرت اور آزادی سے مست ہو کر اپنے پیشواؤں اور بزرگوں کا مذہب چھوڑ کر مقتدایانِ اسلام کے حق میں سب وشتم شروع کردیں۔

اہلِ عقل ودانش کے لئے اسی کتاب میں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور ارشاد گرامی بھی مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں

(نہج البلاغۃ' خطبہ نمبر ۱۴۶)

وقد استشاره عمر ابن الخطاب فی الشخوص لقتال الفرس بنفسه ان هٰذا الامر لم یکن نصره' ولا خذ لانه' بکثرة ولا بقلّة و هودین الله الذی	یعنی جب امیر المؤمنین عمر نے امیر المؤمنین علی (رضی اللہ عنہما) سے فارس کے خلاف جنگ میں بذاتِ خود شریک ہونے کا مشورہ طلب فرمایا تو حضرت علی

Marfat.com

اظهره، و جنده الّذی اعدّه، و امدّه، حتّٰی بلغ ما بلغ و طلع حیث طلع و نحن علیٰ موعود من اللہ سبحٰنہ، واللہ منجز و عدہٖ و ناصر جندہٖ و مکان القیّم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعه، و یضمّه، فان انقطع النظام تفرّق و ذهب ثمّ لم یجتمع بحذا فیرہ ابداً والعرب الیوم و ان کانوا قلیلاً فهم کثیرون بالاسلام عزیزون بالاجتماع فکن قطباً و استدر الرّحیٰ و اصلهم دونك نار الحرب فانّك ان شخصت من هذا الارض انقطعت علیك العرب من اطرافها و اقطارها حتی یکون ما تدع ورائك من العوْرات اهم الیك ممّا بین یدیك ان الا عاجم ان ینظروا الیك غداً یقولوا هذا اصل العرب فاذا قطعتموہ استرحتم فیکون ذلك اشدّ لکلبهم علیك و طمعهم فیك الخ

المرتضٰی نے مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی فتح و شکست کثرت و قلتِ افراد کی وجہ سے کبھی نہیں ہوئی۔ یہ اللہ کا دین ہے جس کو اللہ ہی نے غالب کیا ہے اور اللہ کا لشکر ہے جس کو اسی نے تیار فرمایا ہے اور امداد دی ہے۔ یہاں تک کہ جہاں اس دین کو پہنچنا تھا، پہنچا اور جہاں تک اسے چمکنا تھا، چمکا۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہیں اور اس پر مقرر ہیں۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ شانہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو فتح دینے والا ہے اور مسلمانوں کے امیر کا رتبہ ایسا ہے جیسے تسبیح کا رشتہ ہوتا ہے جو اس کے دانوں کو اکٹھا اور اپنے اپنے مرتبے میں رکھتا ہے۔ پس اگر وہ رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر تمام دانے بکھر جاتے ہیں۔ پھر وہ اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اہلِ اسلام اگرچہ بنسبت دشمن کے کم ہیں مگر دولتِ اسلام کی وجہ سے زیادہ ہیں اور اپنے اجتماع کی وجہ سے غالب ہیں۔ آپ قطب بن کر ایک ہی جگہ رہیں اور لشکر اسلام کی چکی کو گھمائیں اور جنگ کی آگ کو اپنے ملک سے دور رکھ کر دشمن تک پہنچائیں۔ اگر آپ بذاتِ خود اس

Marfat.com

ملک عرب سے چلے گئے تو قبائل عرب (جو دبے ہوئے ہیں) ہر طرف سے ٹوٹ پڑیں گے پھر مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت آپ کو فارس کے خلاف جہاد کرنے سے زیادہ اہم محسوس ہو گی۔ (اور) عجمی لوگ جب آپ کو میدانِ جنگ میں کل دیکھیں گے تو کہیں گے کہ عرب کا سردار یہی ہے اسی کو ختم کرو تو پھر خیر ہی خیر ہے۔ پھر یہ بات دشمن کو آپ کے خلاف جنگ کرنے میں سخت حریص کر دے گی اور آپ کے خلاف لڑنے میں ان کے طمع کو بڑھائے گی۔

فروغ کافی کتاب الجہاد مطبع لکھنؤ صفحہ ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۷ پر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اور آپ کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

القتال مع غیر الامام المفروض طاعته حرام قطعًا (و) لاغزو الاّ مع امام عادل ۱۲

یعنی امام برحق جس کی اطاعت فرض ہوتی ہے اس کے بغیر کسی اور کے ساتھ مل کر جہاد کرنا قطعاً حرام ہے (اور) امام عادل کے سوا کسی اور کی اطاعت میں جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں۔

اب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تعامل ملاحظہ ہو۔ کتاب ناسخ التواریخ، جلد ۲، حصہ ۲، صفحہ نمبر ۳۹۴۔

درکارہا و لشکر کشی ہا اورا اعانت مے فرمودو

یعنی امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

رائے نیکو مے داد الخ — دور خلافت میں آپ کے ہر کام میں اور لشکر کشی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مدد و اعانت فرماتے تھے اور نیک مشورے دیتے تھے۔

اب منطق کی جس شکل سے بھی نتیجہ نکالا جائے' یہی ثابت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقدس نظریہ اور مذہب میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے۔

مسلمان بھائیو! اور نہیں تو اتنا کم از کم سوچو کہ اس قسم کے مشورے دوست اور خیر خواہ دیا اور لیا کرتے ہیں یا دشمن؟ اور لفظ "قیم بالامر" پر غور کرو جس کا صاف معنی "امیر المؤمنین" ہے۔ جو حضرت علی حضرت عمر کے حق میں فرما رہے ہیں۔ اب یہ شور کہ وہ مستحق خلافت نہیں تھے۔ وغیرہ وغیرہ تو اس بات کا قطعی علم آج کل کے شیعہ ذاکرین کو زیادہ ہو سکتا ہے' یا جناب مرتضیٰ کو؟ کم از کم یہ خیال کرنا چاہئے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے حالات کو بچشم خود ملاحظہ فرمانے والے تھے ان کے طرز عمل کو ہر وقت محسوس کرتے تھے اور یہ زمانہ کتنا بعید تر ہے۔ تو بہر صورت عینی شاہد کا بیان ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب ناسخ التواریخ' جلد نمبر ۲' صفحہ ۳۹۵ میں بھی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے اور حضور کے یہ جملے کہ و نحن علی موعود من اللہ سبحانہ' الخ ان کے معنی اور تفسیر میں صاحب ناسخ التواریخ لکھتا ہے۔

وا ینک ما بر وعدۂ خداوند ایستادہ ایم چہ مومناں را وعدہ نہاد کہ در ارض خلیفتی دہد چنانچہ پیشینیاں راو دین ایشاں را استوار دارد و خوف ایشاں را مبدل بایمنی فرماید تا بر ہمہ ادیان غلبہ جویند و خداوند بوعدہ وفا	یعنی اس وقت ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر کھڑے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ زمین میں ان کو اپنے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے خلیفے بنائے گا' اس طرح جیسا کہ پہلے پیغمبروں

Marfat.com

کند و لشکر خود را نصرت دہد ہمانا فرماں گزارِ امور رشتہ را ماند کہ مہرہا بدو پیوستہ شدند الخ

کے خلیفے بنائے تھے اور ان کے دین کو تمکنت اور پختگی دے گا۔ ان کے خوف کے بعد اس کے بدلے میں ان کے لئے امن دے گا تاکہ مذاہب عالم پر غلبہ تلاش کریں اور اللہ تعالیٰ وعدہ کو وفا کرتا ہے اور اپنے لشکر کو فتح و نصرت دیتا ہے جبکہ امر کرنے والے (امیر المومنین) ایسے رشتہ کی مثال ہیں جس کے ساتھ دانے پیوستہ ہیں۔ الخ

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر مقرر ہوئے ہیں۔ صاحب ناسخ التواریخ اسی طرح باقی شراح نہج البلاغۃ حضور کے ان جملوں کی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں۔ کہ حضور نے اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ o

تم میں سے مومنین صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ان کو زمین میں اسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے پیغمبروں کے صحابہ کو خلیفہ بنایا تھا اور اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ ان کے لئے ان کے اس دین کو استحکام و تمکنت بخشے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ان کے خوف کو امن و سلامتی کے ساتھ بدلے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی

Marfat.com

چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور ان تمام
باتوں کے بعد جو انکار اور کفر کریں گے تو
وہی فاسق ہوں گے۔

حضرت شیر خدا کے ان جملوں کا مطلب کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر قائم ہوئے ہیں اور مقرر ہوئے ہیں' اسی آیت وعدہ یعنی آیت استخلاف (خلیفہ مقرر کرنیوالی آیت) کے ترجمہ کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ اہلِ تشیع کا مجتہد اعظم علامہ ابن میثم شرح کبیر نہج البلاغۃ صفحہ نمبر ۳۰۷ مطبوعہ ایران میں انہی ارشادات مرتضوی کی شرح و تفسیر میں تصریح کرتا ہے۔

و یوعد اللہ تعالیٰ المسلمین بالاستخلاف فی الارض و تمکین دینھم الذی ارتضی لھم و تبدیلھم بخوفھم امناً کما ھو مقتضی الآیۃ ۱۲

یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد "نحن علیٰ موعود من اللہ" (ہم اللہ کی طرف سے وعدے پر ہیں) دینِ مقدس اور لشکرِ اسلام کی فتح مندی کے اسباب' اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور اعانت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کئے گئے وعدہ کو بیان فرما رہا ہے جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد زمین پر خلیفہ بنانے اور ان کے اس دین کو جس سے وہ راضی ہوا' تمکنت اور استقلال بخشے اور ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدلنے کے متعلق فرمایا ہے جیسا کہ وہ آیت کریمہ کا مقتضیٰ ہے۔

بہر صورت تمام شراح نہج البلاغۃ یہی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو اسی آیت

Marfat.com

استخلاف کے ساتھ برحق ثابت کیا ہے اور ان کے زمانہ خلافت کو اور ان کے دین کو اسی آیت کریمہ کے مقتضیٰ سے فرمایا کہ وہ برحق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہے۔ واقعات بھی اسی کے مؤید ہیں کہ وہ زمانہ جو جزیرۂ عرب میں بھی مخالف قبائل کی آئے دن فتنہ پردازیوں اور خطرناک سازشوں سے سخت پریشانی اور بے چینی کا زمانہ یقین کیا جاتا تھا اور ہر وقت ان کی طرف سے خوف و خطر مسلمانوں کو لاحق تھا۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں تمام جزیرۂ عرب کو یہود و نصاریٰ سے پاک کیا گیا اور تمام مخالف عناصر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے یا ختم ہو گئے۔ اور اسلام کی سلطنت نے بڑی وسعت اختیار کی۔ سلطنت ایران جیسی بارعب اور پرہیبت حکومت نے اسلام کی چوکھٹ کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ تقریباً تمام افریقہ' مصر' شام' عراق' خراسان اور باقی تمام قبائلی علاقے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور یوں مسلمانوں کا خوف امن کے ساتھ متبدل ہوا۔ اور یہ تمام تر آیہ کریمہ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُم الخ (الآیہ) کے حرف بحرف مطابق ہوا۔ میرے خیال میں اس آیت کریمہ سے زیادہ احقیت خلافتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟ یہ غصب خلافت کے بے بنیاد دعوے حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی تصریحات اور ائمہ کرام کی توضیحات اور ان کے طرز عمل کے مقابلے میں کیا وقعت رکھتے ہیں؟ آیئے! اب ہم آپ کو حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا کھلا فیصلہ سنائیں جس کو اہلِ تشیع کے مجتہد اعظم یعنی صاحب ناسخ التواریخ نے اپنی کتاب ناسخ التواریخ' جلد نمبر ۲ کے صفحہ ۵۱۹ میں درج کیا ہے۔

اگر ابو بکر و عمر سزاوار نبودند چگونہ بیعت کر دی و اطاعت فرمودی؟ واگر لائق بودند من از ایشاں فروتر نیستم چناں باش از برائے من کہ از برائے ایشاں بودی۔ **فقال علی علیہ السلام اما الفرقۃ فمعاذ اللہ**

یعنی (حضرت امیر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ) اگر ابو بکر اور عمر خلافت کے مستحق نہ تھے تو آپ نے ان کی بیعت کس طرح کی؟ اور ان کی فرماں برداری کیوں

Marfat.com

افتح لها باباً و اسهل اليها سبيلاً ولكنّى انهاك عمّا ينهاك الله و رسوله' عنه و اهديك الىٰ رشدك و اما عتيق و ابن الخطاب فان كان آخذاً ما جعله' رسول الله لى فانت اعلم بذلك والمسلمون و مالى ولهذا الامرو قد تركته' منذحين فامّا ان لا يكون حقى بل المسلمون فيه شركاء فقد اصاب السهم الثغرة و امّا ان يكون حقى دونهم فقد تركت لهم طبت نفساً و نفضت يدى عنه• استصلاحاً.

کرتے رہے؟ اور اگر مستحقِ خلافت تھے تو میں ان سے کم نہیں ہوں۔ میرے ساتھ آپ اس طرح ہو کر رہیں جیسا کہ ان کے زمانہ میں ان کے ساتھ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ تفرقہ اندازی؟ تو اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے بچائے کہ میں تفرقہ اندازی کا دروازہ کھولوں یا فتنہ کا راستہ آسان کروں۔ میں آپ کو صرف اس چیز سے منع کرتا ہوں جس چیز سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور میں آپ کو رشد اور ہدایت دکھاتا ہوں۔ لیکن ابوبکر صدیق اور عمر ابن الخطاب کا معاملہ۔ تو اگر انہوں نے اس چیز کو مجھ سے غصب کیا ہوتا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے مختص فرمایا تھا تو آپ اور باقی لوگ اس کو زیادہ جانتے ہوتے اور مجھے اس خلافت لے ساتھ واسطہ ہی کیا ہے حالانکہ میں نے تو خلافت کے خیال کو ذہن سے نکال دیا ہوا ہے پس خلافت کے متعلق دو ہی احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

Marfat.com

خلافت صرف میرا حق نہ تھا بلکہ سارے صحابہ مساوی طور پر اس میں حق دار تھے تو اس صورت میں جس کا حق تھا اس کو مل گئی اور حق بہ حقدار رسید دوسری یہ صورت تھی کہ خلافت صرف میرا حق تھا اور باقی کسی کا حق نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے اپنی خوشی اور رضا کے ساتھ اور بطیب خاطر ان کو بخش دیا تھا اور صلح صفائی کے ساتھ ان کے حق میں دست بردار ہو گیا تھا۔

لیجئے صاحب! یہ ہے مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حتمی اور قطعی فیصلہ۔ اب مولیٰ مشکل کشا تو فرمائیں کہ اگر صرف میرا حق تھا تو میں نے صلح و صفائی کے ساتھ اور خوشی اور رضا کے ساتھ امرِ خلافت ان کو بخش دیا اور ان کے حق میں دست بردار ہو گیا اور آج کل کے ذاکروں کا یہ ٹوٹل کہ حیدر کرار شیرِ خدا سے صحابہ کرام نے خلافت چھین لی غصب کر لی۔ اب انصاف سے کہئے کہ کس کو صحیح اور درست مانا جائے۔ ذاکر لوگ اپنی لمبی لمبی اذانوں میں وصیّ رسول اللہ و خلیفتہ' بلا فصل اور خدا جانے کیا کیا کلمات گانٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی صاف صاف تکذیب لازم نہیں آتی۔ منبروں پر چڑھ کر شیرِ خدا کو جھٹلانا' ان کی تکذیب کرنا کس محبت اور تولیٰ کا تقاضا ہے۔ اگر یہی محبت ہے تو دشمنی کس کو کہتے ہیں؟ اگر زحمت نہ ہو تو وصیت کے بارے میں ایک دو روایتیں ملاحظہ فرمالیجئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق ہرگز ہرگز وصیت نہیں فرمائی۔ اس کے ثبوت کے لئے اہلِ شیعہ کی معتبر ترین کتاب تلخیص الشافی مطبوعہ نجف اشرف مصنفہ (شیعوں کے) محقق طوسی امام

Marfat.com

الطائفہ' جلد نمبر ۲' ص ۲۷۳۔

و قد روی عن ابی وائل والحکیم عن علی ابن ابی طالب علیه السلام انّه' قیل له' الا توصی قال ما اوصی رسول الله (صلی الله علیه وسلم) فاوصی و لکن قال ان اراد الله خیراً فیجمعهم علی خیرهم بعد نبیهم الخ

یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے آخری وقت میں عرض کیا گیا کہ آپ اپنے قائم مقام کے لئے وصیت کیوں نہیں فرماتے؟ جواب میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ وصیت نہیں فرمائی تو میں کیسے وصیت کروں؟ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے صحابہ کا اجماع میرے بعد ان میں سے سب سے اچھے آدمی پر ہو جائیگا۔

اسی طرح ایک اور روایت بھی ملاحظہ ہو۔ (یہی کتاب اسی صفحہ پر)

روی صعصعة بن صوحان ان ابن ملجم لعنه الله لما ضرب علیًا علیه السلام دخلنا علیه فقلنا یا امیر المؤمنین استخلف علینا قال لا. فانا دخلنا علی رسول الله علیه و علیٰ اله السلام حین ثقل فقلنا یا رسول الله استخلف علینا فقال لا انی اخاف ان تتفرقوا کما تفرقت بنو اسرائیل عن هارون ولکن ان یعلم الله فی قلوبکم خیراً اختارلکم۔

یعنی صعصعہ بن صوخان روایت کرتے ہیں کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت علی علیہ السلام کو زخمی کیا۔ تو ہم حضرت شیر خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور اپنا خلیفہ مقرر فرمائیں تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض جب زیادہ ہو گیا تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے لئے کوئی اپنا خلیفہ

Marfat.com

مقرر فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں خلیفہ مقرر کردوں تو تم اختلاف کرو گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے ہارون کے متعلق اختلاف کیا تھا لیکن یہ یقین رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں بہتری دیکھی تو تمہارے لئے خود ہی بہتر خلیفہ مقرر کردے گا۔

ایک اور روایت بھی سن لیں۔ (صفحہ نمبر ۱۷۱ یہی کتاب)

و فی الخبر المروی عن امیر المومنین علیہ السلام لما قیل له الا توصی فقال ما اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیه والہٖ وصحبہٖ وسلم فاوصی ولکن اذا اراد اللہ بالناس خیراً سیجمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علیٰ خیرهم (و کذافی الشافی ص ۱۷۱)

یعنی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی گئی کہ حضور آپ وصیت کیوں نہیں فرماتے شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہیں فرمائی تھی تو میں کیسے وصیت کروں؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے گا تو ان کو جو ان میں سے اچھا ہے اس پر اتفاق بخشے گا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان لوگوں میں جو اچھا تھا اسی پر اجماع و اتفاق بخشا تھا۔

یہی روایات شیعوں کے علم الہدیٰ نے اپنی کتاب شافی مطبوعہ نجف اشرف ص ۱۷۱ میں لکھی۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی مطالعہ کیجئے۔ اسی صفحہ نمبر ۱۷۱ پر ہے۔

والمروی عن العباس انه خاطب

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

Marfat.com

امیر المؤمنین فی مرض النبی (صلی اللہ علیہ والہٖ و صحبہٖ وسلم) ان یسأل عن القائم بالامر بعد و انہ امتنع من ذلك خوفا ان یصرفہ عن اھل بیتہ فلا یعود الیھم ابداً۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض کی حالت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ حضور سے پوچھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون امیر المؤمنین ہو گا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خوف سے نہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت سے امیر المؤمنین نہ بنائیں گے اور (اس تصریح کی وجہ سے) پھر کبھی اہل بیت میں خلافت آ بھی نہ سکے گی۔

ملاحظہ فرمالیا آپ نے! یہ ہیں وصیت اور خلافت بلافصل کے متعلق نصوص قطعیہ جن کی تکذیب کو نہ ختم ہونے والی اذانوں میں بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان بھی پڑھ لیجئے جو نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۵ میں درج ہے۔ جس میں درج ہے کہ حضرت عباس اور ابو سفیان رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ ہم آپ کے ساتھ خلافت کی بیعت کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولا علی نے فرمایا۔

ایھا الناس شقوا امواج الفتن بسفن النجاۃ و عرجوا عن طریق المنافرۃ و ضعوا تیجان المفاخرۃ افلح من نھض بجناح او استسلم فاراح ماء اجن ولقمۃ یغصّ بھا اکلھا و مجتنی الثمرۃ لغیر وقت ایناء ھا کالزرع

یعنی لوگو! تم فتنوں کی موجوں کو نجات کی کشتیوں کے ذریعے طے کرو۔ اور منافرت و مخالفت کے طریقے چھوڑ دو۔ تکبر کے تاجوں کو پھینک دو۔ جو شخص بال و پر کے ساتھ بلند ہوا ہے۔ وہ فلاح پاچکا ہے یا جس نے اطاعت کر لی اس نے امن و امان

Marfat.com

بغیر ارضه فان اقل یقولوا حرص علی الملك و ان اسکت یقولوا جزع من الموت هیهات بعد للّتیا والّتی واللہ لا بن ابی طالب انس بالموت من الطفل بثدی امہ.

حاصل کر لیا۔ مجھے خلیفہ بنانے کی پیش کش ایک مکدر پانی کی طرح ہے یا ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلے میں پھنس جائے میرے خلیفہ بننے کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی کچے پھل کو قبل از وقت توڑ لے یا جیسے کوئی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ پس اگر میں تمہارے کہنے کے مطابق خلافت کا دعویٰ کر دوں تو فتنہ باز لوگ کہیں گے کہ اس نے ملک کا لالچ کیا ہے اور اگر چپ رہوں تو یہی لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ہے حالانکہ موت کا خوف وغیرہ میری شان سے کس قدر بعید ہے۔ اللہ کی قسم علی ابن ابی طالب موت کو اپنی ماں کے دودھ کی طرف رغبت کرنے والے بچے سے بھی زیادہ پسند کرتا ہے۔

اس روایت نے بیعت میں توقف کرنے کا تخمینہ بھی اڑا دیا۔

اس خطبے کو خلط ملط کرنے کے لئے شیعوں کے مجتہد اعظم نے انتہائی کوشش کی ہے مگر شیرِ خدا کا یہ واضح ارشاد نہیں چھپ سکا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قبل از وقت کچے پھل توڑنے والے شخص کے مشابہ اور کسی دوسرے شخص کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دینے والے کی مثل صرف اسی صورت میں ہی متصور ہو سکتی ہے کہ ابھی ان کی خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اور ابھی وہ خلافت کے حق دار نہیں ہوئے۔ اور ڈر کی وجہ سے بھی بیعت کرنا واضح ہو گیا کہ شیرِ خدا

Marfat.com

قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ میں موت سے نہیں ڈر سکتا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک اور فرمان بھی پڑھ لو۔ (ناسخ التواریخ، جلد سوم، کتاب ۲، ص ۵۱)

لقد عهد اليّ رسول الله صلى الله عليه واله و قال يا علي لتقاتلنّ الفئة النكثة و الفئة الباغية والفرقة المارقة انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون۔

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ (وصحبہ وسلم) نے مجھ سے اس بات کا وعدہ لیا تھا کہ تم بہر صورت وعدہ توڑنے والوں اور بغاوت کرنے والوں اور سرکشی کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنا۔ الخ

اب یا تو خلفائے راشدین کو برحق تسلیم کر لیا جائے۔ یا حضرت امام المتقین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو (معاذ اللہ) وعدہ توڑنے والا تسلیم کیا جائے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ بتاؤ تیسری صورت کون سی متصور ہے۔ کیونکہ شیرِ خدا نے ان کے خلاف جنگ نہیں کی۔ بلکہ ہر معاملہ میں ان کی امداد کی اور کوئی قول یا فعل ایسا ظاہر نہیں ہوا جو ان کے کسی معاملہ میں مخالفت پر بطور دلیل لایا جا سکے۔

خدا کے شیر کی شان میں ایک اور خطبہ اسی نہج البلاغۃ کا ملاحظہ فرماویں۔

اترانی اكذب عنی رسول الله (صلى الله عليه وسلم) والله لانا اول من صدّقه فلا اكون اول من كذب عليه فنظرت في امری فاذا طاعتی سبقت بیعتی و اذا المیثاق فی عنقی لغیری

یعنی تم میرے متعلق یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولوں اور خدا کی قسم سب سے پہلے میں نے رسول اللہ کی تصدیق کی تھی۔ تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے والا میں نہیں ہو سکتا۔ میں نے اپنی خلافت کے بارے میں خوب سوچ سمجھ لیا ہے پس میرے لئے اطاعت کرنا

Marfat.com

اس بات پر سبقت لے چکا ہے کہ میں
لوگوں کو بیعت کرنا شروع کردوں۔ جبکہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ دوسروں
کی اطاعت کا میرے ذمہ لگ چکا ہے۔

اسی خطبہ کی شرح میں اہلِ تشیع کے علامہ ابن میثم ص ۱۵۸ پر رقم طراز ہیں۔

فنظرت فاذا طاعتی قد سبقت بیعتی ای طاعتی لرسول اللہ فی ما امرنی به من ترك القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منها و قوله اذ المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و عهده الی بعدم المشاقة و قیل المیثاق ما لزمه من بیعة ابی بکر بعد ایقاعها ای فمیثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفة بعده.

جس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امر فرمایا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مخالفت نہ کروں۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اس قوم کے ساتھ بیعت کرنے پر پہلے ہی سے واجب ہو چکی تھی تو مجھے ان کے ساتھ بیعت نہ کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی اور حضرت علی کا یہ فرمانا کہ میرے ذمہ دوسروں کی اطاعت کا وعدہ پہلے ہی سے لگ چکا تھا۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی مخالفت نہ کروں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیعت کرنے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا۔ تو اس لازم شدہ وعدہ کے بعد تو میرے لئے ممکن نہ تھا کہ میں ان کی مخالفت کروں۔ الخ

Marfat.com

اب یہ کہنا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی۔ دل سے نہیں کی۔ کس قدر لغو اور بے معنی تاویل ہے۔ کیونکہ اس کا تو یہی معنی ہو گا کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور وعدہ کا ایفاء (معاذ اللہ) دل سے نہیں کیا تو اس سے زیادہ بھی کوئی کفر ہو سکتا ہے؟ کہ شیر خدا کے متعلق اس قسم کے اتہامات گھڑے جاویں اور یہ کہنا کہ شیرِ خدا نے ڈر کر بیعت کی تھی۔ کس قدر بیہودہ گوئی ہے۔ شیرِ خدا قسم اٹھا کر کہیں کہ میں نہیں ڈر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے۔

ولا تخافوھم و خافون ان کنتم مؤمنین (القرآن) "یعنی تم اگر مؤمن ہو تو اللہ کے غیر کسی سے نہ ڈرو۔"

اور حضرت علی فرماویں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان و حکم اور وعدہ کے ماتحت ان کی اطاعت اور ان کے ساتھ بیعت کر رہا ہوں۔ اور اس کے مقابل میں اس قسم کے ٹوٹل اور تخمینے شیرِ خدا کی شیری اور دلیری کو چھپانے کی غرض سے پیش کئے جاویں تو میں حیران ہوں کہ باوجود اس کے دعویٰ محبت و تولّی کس نظریہ کے ماتحت ہے؟ اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم بھی کر لیں کہ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے صرف ہاتھ سے بیعت کی تھی اور دل سے نہیں کی تھی تو اس کا جواب بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی کلام فیض انجام سے سن لیں۔ دیکھئے نہج البلاغۃ خطبہ نمبر ۱۰' ناسخ التواریخ' جلد نمبر ۳' کتاب نمبر ۲' صفحہ نمبر ۳۳' ۴۸۔

یزعم انه قد بایع بیدہٖ ولم یبایع بقلبه فقد اقرّ بالبیعة و اِدّعی الولیجة فلیأت علیها بامر یعرف و الا فلیدخل فیما خرج منه الخ

یعنی زبیر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرے ساتھ دل سے بیعت نہیں کی۔ تو یقیناً بیعت کا اقرار تو کیا اور بیعت کرنے والوں کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔ پس چاہئے کہ اس پر کوئی ایسی بات پیش کرے جس سے پہچانا جا سکے۔ الخ

Marfat.com

سن لیا حضرات صرف ہاتھ سے بیعت کرنے کی حقیقت کو؟ اگر شیرِ خدا کے نزدیک ہاتھ سے بیعت کرنا اور دل سے نہ کرنا بیعت کے حکم میں نہ ہوتا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو "ادعی الولیجة" کیوں فرماتے اور "اقرّ بالبیعة" کا حکم کیوں لگاتے؟ (یعنی بیعت کنندگان کے زمرہ میں داخل ہونیکا اس نے دعوئی کر لیا اور بیعت کرنے کا اقرار کر لیا)۔

کتاب معانی الاخبار صفحہ نمبر ۱۱۰ مطبوعہ ایران مصنفہ ابن بابویہ قمّی کا بھی مطالعہ فرماویں۔ کیونکہ یہ کتاب بھی مذہب اہلِ تشیع میں ان کی مایۂ ناز ہے اور ان کے نزدیک بے حد معتبر ہے۔

عن الحسن ابن علیؑ (رضی الله عنهما) قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان ابابکر منّی بمنزلة السّمع و ان عمر منّی بمنزلة البصرو انّ عثمان منّی بمنزلة الفؤاد الخ (و کذا فی تفسیر الامام لحسن العسکری)

یعنی امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابو بکر بمنزلہ میرے سمع مبارک کے ہے۔ (ابو بکر میرے کان ہیں) عمر بمنزلہ میری آنکھ مقدس کے ہے۔ (عمر میری آنکھ ہے) اور عثمان بمنزلہ میرے دل منور کے ہے۔ (عثمان میرا دل ہے)۔ (اسی طرح امام حسن عسکری کی اپنی تفسیر میں ہے)۔

اب امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرمانے والے ہوں اور پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان مقدس اور منور ہستیوں کو اپنے سمع مبارک، بصر مقدس اور دل منوّر کی منزلت بخشیں تو ان مقدس ہستیوں کی شانِ اقدس میں سب و شتم براہِ راست رسولِ خدا کی شان اقدس میں سب و شتم نہیں؟ اور ان کا ادب و احترام اور ان کی محبت براہِ راست رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب و احترام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں؟ کچھ تو سوچو۔

Marfat.com

چونکہ اہلِ تشیع ائمہ طاہرین کی اس قسم کی تصریحات کو دیکھ کر ہمیشہ سرے سے انکار کے عادی ہیں اور پھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ ائمہ طاہرین سے یہ روایت ثابت نہیں۔ اس لئے امام عالی مقام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بطور نمونہ لفظ بہ لفظ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کتاب بھی امام صاحب کی اپنی تفسیر چھپی ہوئی بھی ایران کی۔ یعنی تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران صفحہ ۱۶۴، صفحہ ۱۶۵۔

هذا وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل اصحابه و امته حين سار الى الغاران الله تعالىٰ اوحىٰ اليه يا محمد ان العلى الاعلىٰ يقرئك السلام و يقول لك ان اباجهل والملأ من قريش دبروا عليك يريدون قتلك• و امر ان تبيت عليًا و قال منزلته منزلة اسحاق الذبيح ابن ابراهيم الخليل يجعل نفسه لنفسك فداءً و روحه بروحك وقاءً و امرك ان تستصحب ابابكر فانه ان انسك و سعدك و ازرك و ثبت على ما يتعهدك و يعاقدك كان فى الجنة من رفقائك و فى غرفاتها من خلصائك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلى ارضيت ان اطلب فلا اوجد و تطلب فتوجد فلعله ان يبادر اليك الجهال فيقتلوك قال بلىٰ يا رسول الله

یعنی جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ہجرت کے موقع پر غار کی طرف تشریف فرما ہوئے تو اپنے صحابہ اور اپنی امت کو یہ وصیت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف جبریل علیہ السلام کو بھیج کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر (صلوٰۃ) سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور کفار قریش نے آپ کے خلاف منصوبہ تیار کر لیا ہے اور آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ علی المرتضیٰ کو اپنے بستر مبارک پر شب باشی کا حکم دیں اور فرمایا ہے کہ ان کا مرتبہ آپ کے نزدیک ایسا ہے جیسا اسحاق ذبیح کا مرتبہ تھا۔ (حالانکہ ذبیح اسمٰعیل ہیں مگر اہل کتاب اسحاق کو ذبیح کہتے ہیں) حضرت علی اپنی زندگی اور روح کو آپ کی ذات اقدس پر فدا اور قربان کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ (ہجرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم رضیت ان یکون روحی لروحك وقاءً و نفسی لنفسك فداءً بل رضیت ان یکون روحی و نفسی فداءً لك او قریب منك او لبعض الحیوانات تمتحنھا و ھل احب الحیٰوۃ الا لتصرف بین امرك و نھیك و نصرۃ اصفیائك و مجاھدۃ اعدائك ولو لا ذلك لما احب ان اعیش فی الدنیا ساعۃ واحدۃ فقبّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راسہ‘ فقال لہ‘ یا ابا الحسن قد قرأ علی کلامك ھذا المؤکلون باللوح المحفوظ و قرء وا علیّ ما اعدّ اللہ لك من ثوابہ فی دار القرار ما لم یسمع بمثلہ السامعون و لا رأی مثلہ الراء ون ولا خطرببال المفکرین ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر ارضیت ان تکون معی یا ابا بکر تطلب کما اطلب و تعرف بانك انت الذی تحملنی علی ما ادعیہ فتحمل عنی انواع العذاب قال ابوبکر یا رسول اللہ اما انا لوعشت

میں) ابوبکر صدیق کو اپنا ساتھی مقرر فرما ویں کیونکہ اگر وہ حضور کی اعانت اور رفاقت اختیار کر لیں اور حضور کے عہد و پیمان پر پختہ کار ہو کر ساتھ دیں تو آپ کے رفقاء جنت میں ہوں گے اور جنت کی نعمتوں میں آپ کے مخلصین سے ہوں گے۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کو فرمایا کہ اے علی! آپ اس بات پر راضی ہیں کہ میں طلب کیا جاؤں تو (دشمن کو) نہ مل سکوں اور تم طلب کئے جاؤ تو مل جاؤ اور شاید جلدی میں تیری طرف پہنچ کر بے خبر لوگ تجھے (شبہ میں قتل کر دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ کہ میری روح حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روح مقدس کا بچاؤ ہو۔ اور میری زندگی حضور کی زندگی اقدس پر فدا ہو۔ بلکہ میں اس بات پر بھی راضی ہوں کہ میری روح اور میری زندگی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی (رفیق) پر اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعض حیوانات پر

Marfat.com

عمر الدنیا اعذب فی جمیعها اشد العذاب لا ینزل علی موت صریح ولا فرح مریح و کان ذلك فی محبتك لکان ذلك احب الی من ان اتنعم فیها و انا مالك لجمیع مما لیك ملوکها فی مخالفتك و هل انا ومالی وولدی الا فداء ك فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لا جرم ان اطلع اللہ علی قلبك ووجد موافقا لما جری علی لسانك جعلك منی بمنزلة السمع والبصر والرأس من الجسد و بمنزلة الروح من البدن کعلیّ الذی هو منی کذلك ۔ الخ

فدا اور قربان ہو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا امتحان لے لیں میں زندگی کو پسند ہی اس لئے کرتا ہوں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کی تبلیغ کروں۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دوستوں کی حمایت کروں اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دشمنوں کے خلاف جنگ کروں۔ اگر یہ نیت نہ ہوتی تو میں دنیا میں ایک ساعت بھی زندگی پسند نہ کرتا۔ پس حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا اے ابو الحسن! تیری یہی تقریر مجھے لوح محفوظ کے موکلین ملائکہ نے (لوح محفوظ سے) پڑھ کر سنائی ہے اور جو تیری اس تقریر کا ثواب اور بدلہ اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیرے لئے تیار فرمایا ہے وہ بھی پڑھ کر سنایا ہے۔ وہ ثواب جس کی مثل نہ سننے والوں نے سنی ہے نہ دیکھنے والوں نے دیکھی ہے۔ نہ ہی عقلمند انسانوں کے دماغ میں آ سکتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق سے فرمایا۔ اے ابو بکر تو میرے ہمراہ چلنے کے لئے تیار ہے؟ تو بھی اسی طرح تلاش

Marfat.com

اور طلب کیا جاوے جیسا میں ۔ اور تیرے متعلق دشمنوں کو یہ یقین ہو جاوے کہ تو نے ہی مجھے ہجرت کرنے اور دشمنوں کے مکروہ فریب سے بچ کر نکل جانے پر آمادہ کیا ہے تو میری وجہ سے ہر قسم کی مصیبت اور دکھ برداشت کرے ؟ صدیق اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں قیامت تک زندہ رہوں اور اس زندگی میں سخت ترین عذاب و دکھ اور مصائب میں مبتلا رہوں جس مصیبت والم سے نہ مجھے موت بچانے کے لئے آسکے اور نہ کوئی دوسرا سبب آرام دے سکے اور یہ سب کچھ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں ہو تو مجھے بطیب خاطر منظور ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ اتنی لمبی زندگی ہو اور دنیا کے بادشاہوں کا بادشاہ بن کر رہوں اور تمام نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں۔ لیکن حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت سے محرومی ہو اور میں اور میرا مال اور میری اولاد حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) پر فدا اور قربان ہے۔ پس حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس

Marfat.com

کو تیری دلی کیفیت اور وجدان کے مطابق
پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے بمنزلہ میرے
گوش مبارک اور بمنزلہ میری آنکھوں
کے کیا ہے اور جو نسبت سر کو جسم سے ہے
اللہ تعالیٰ نے تجھے اس طرح بنایا ہے اور
جس طرح روح کی نسبت بدن سے ہے۔
میرے نزدیک تو اسی طرح ہے جیسا کہ
(حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) میرے
نزدیک ہیں۔

اگرچہ اس روایت میں فضیلت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) روز روشن سے بھی زیادہ روشن اور واضح ثابت ہے مگر اہلِ تشیع نے تصرف اور تحریف فی الروایات کی عادت یہاں بھی نہیں چھوڑی۔ اول یہ کہ حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) سے جب فرمایا گیا تو حرفِ شرط کے ساتھ یعنی اگر وہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعانت و مساعدت پر کمر بستہ ہو جائیں تو وہ دنیا اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہیں۔ میاں جب اللہ تعالیٰ بھی دلی کیفیات اور حالات پر مطلع ہے اور آپ نے (حضرت صدیق نے) حسب علم الٰہی وہی کچھ عرض کی جو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک بمنزلہ سمع مبارک و چشم مبارک اور روح مقدس ثابت ہوئے تو پھر شرطیہ جملہ صاف تحریف و تصرف فی الروایت پر دلالت کر رہا ہے۔ جو قلبی غل و غش پر مبنی ہے۔

دوسرا روایت کے آخر میں یہ جملہ ہے کہ **و علیّ فوق ذلك لزیادۃ فضائلہٖ و شرفہٖ** یعنی علی (رضی اللہ عنہ) اس سے زیادہ ہیں۔ کیونکہ ان کے فضائل اور شرف خصال زیادہ ہیں۔ ارے سمع و بصر و راس و روح نبوت پناہ سے کونسی زیادتی متصور ہے؟

بہرصورت اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتب بھی خلفائے راشدین کے فضائل و علو مرتبت کو اپنے اوراق میں جگہ دینے پر مجبور نظر آتی ہیں۔ **والحسن ماشھدت بہ**

Marfat.com

الاعداء۔ ائمہ طاہرین کے ارشادات کو ہر حیلے سے ردوبدل کرنے اور توڑ موڑ تصرفات کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ مگر خلفائے راشدین کے شان کو آنچ نہ آئی۔

اگرچہ اہلِ ایمان اور اہلِ عقل ودرایت کے لئے اس روایت سے زیادہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اور آپ کا فضل اور کیا متصور ہے۔ مگر مؤمنین کے دل کو خوش کرنے کے لئے بطور نمونہ ایک دو روایتیں اور بھی خلفائے راشدین سابقین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی فضیلت کے بارے میں اہل تشیع حضرات کی معتبر کتابوں سے پیش کرتا ہوں۔ اہلِ تشیع کی معتبر کتابوں میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلمان منّا اهل البيت یعنی سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔ نمونہ کے طور پر کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ مطبوعہ ایران صفحہ نمبر ۱۱۶

وانت لو فكرت لعلمت انه يكفيه نسباً قوله صلی الله عليه وسلم' سلمان منّا اهل البيت۔

یعنی تو اگر فکر و ہوش سے کام لے تو یقیناً جان لے گا اور دیکھ لے گا کہ سلمان فارسی کے لئے یہی نسب نامہ کافی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سلمان ہم میں سے ہے اور اہل بیت میں سے ہے۔

اب ہم اہل نظر و فکر کی خدمت میں فروع کافی جلد نمبر ۲' صفحہ نمبر ۴ کی عبارت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فرق مرتبت کے متعلق وارد ہے۔

ثم من قد علمتم بعده فی فضله و زهده سلمان و ابو ذرّ رضی الله عنهما الخ

یعنی پھر وہ شخص جس کے متعلق تمہیں علم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد جن کا مرتبہ فضل وزہد میں ہے تو وہ سلمان فارسی اور ابوذر ہیں (رضی اللہ عنہما)

Marfat.com

اب جن کا مرتبہ فضل وزہد میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے بعد ہے' وہ اہلِ بیت ہوں اور اول مرتبے والی ہستی کہ جن کو بمنزلۃ السمع والبصر والروح بھی فرمایا گیا ہو وہ اہلِ بیت میں نہ ہوں تو یہ کس قدر ہٹ دھرمی اور بے انصافی پر مشتمل ایک غلط نظریہ ہے۔

و انت لو فکرت و تدبرت ذلك لعلمت فضل ابی بکر و زهده علیٰ جمیع الصحابة و یکفیه فضلاً و کمالاً و مرتبةً قوله صلی اللہ علیه واٰلهٖ و صحبهٖ وسلم لابی بکر رضی اللہ عنه انت منّی بمنزلة السمع والبصر والروح و قد مر بیانه بینانی۔

خلیفہ ثانی سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ کا رشتہ دینا اور ان کو شرف دامادی دینا کوئی کم مرتبہ دلیل نہیں۔ اعتبار کریں۔ ورنہ کتاب فروع کافی جلد نمبر ۲' صفحہ ۲۱۱ کی یہ عبارت بروایت ابو عبداللہ جعفر الصادق رضی اللہ عنہ پڑھیں۔

عن ابی عبداللہ علیه السلام قال سئلت عن المرأة المتوفی عنها زوجها تعتد فی بیتها او حیث شاءت ان علیّا صلوات اللہ علیه لمّا توفّی عمر اتیٰ ام کلثوم فانطلق بها الی بیته.

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جاوے تو وہ اپنے (خاوند کے) گھر عدت بیٹھے یا جہاں مناسب خیال کرے وہاں بیٹھے ؟ امام عالی مقام نے جواب دیا کہ جہاں چاہے بیٹھے کیونکہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) فوت ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام اپنی بچی ام کلثوم کو ان کے گھر سے اپنے گھر لے گئے۔

علی ہذا القیاس کتاب "طراز المذہب مظفری" مصنفہ میرزا عباس قلی خاں

Marfat.com

وزیر مجلس شوریٰ کبریٰ سلطنت ایران جلد اول' ص ۷۴ تا ۷۶ میں اس نکاح کے متعلق تمام علماء شیعہ کا اتفاق اور ان کے متعلق تصریحات ملاحظہ فرماویں۔ یہ کتاب شاہِ ایران مظفر الدین قاچار کی زیر سرپرستی لکھی گئی ہے۔

اس نکاح کا ثبوت اہلِ تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں موجود ہے۔ مگر جن الفاظ کے ساتھ اہلِ بیت کرام کی عقیدت کا دم بھرنے والوں نے اس نکاح کا اقرار کیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کوئی ذلیل سے ذلیل انسان بھی اپنے متعلق ان الفاظ کو برداشت نہیں کر سکتا جن الفاظ کو اہلِ بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان مدعیانِ تولّی نے استعمال کیا ہے۔ کوئی شخص ان الفاظ کو دیکھ کر یہ بات تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس قسم کے الفاظ بدترین دشمن ہی منہ سے نکال سکتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اللہ کے مقبولوں کے متعلق یہ الفاظ استعمال کرنے والا اسی دنیا میں غرق کیوں نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا میں یہ جراَت نہیں کرتا اور اپنی عاقبت تباہ نہیں کرتا کہ وہ الفاظ لکھوں۔ اہلِ تشیع کی ام الکتب یعنی فروع کافی جلد نمبر ۲' صفحہ ۱۴۱' سطر ۷' مطبوعہ لکھنؤ کسی بڑے مدعی تولّی و معتقد اہل بیت سے سنئے۔ نیز ناسخ التواریخ' جلد نمبر ۲' صفحہ ۳۶۳ اور صفحہ ۳۶۴' سطر نمبر ۱ ملاحظہ فرماویں۔ اور میری تمام تر معروضات کی تصدیق کریں کہ شانِ حیدری میں کس قدر بکواس اور سب و شتم شیعانِ علی نے کئے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا بدبخت خارجی بھی ان کے حق میں اس قسم کے کلمات لکھنے کی جراَت نہیں کرے گا۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بکواس صرف اس لئے کئے گئے ہیں کہ آپ نے سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رشتہ کیوں دیا اور بس۔ کاش میرے بھولے بھالے برادرانِ وطن شیعہ مذہب کی حقیقت سے واقف ہوتے۔

اے ساداتِ عظام! خدا کے واسطے کچھ سوچو اور ضرور سوچو۔ جس مذہب کی اس قدر معتبر کتاب میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں اس قسم کی بکواس ہوں جو آپ کسی ذلیل سے ذلیل نوکر کو نہیں کہہ سکتے تو اس مذہب سے آپ نے کیا پھل پانا ہے؟ خدارا اپنی عاقبت تباہ نہ کرو۔

Marfat.com

آیئے ہم اہلِ سنت آپ کے بردے اور آپ کے گھرانے کے حلقہ بگوش ہیں ہم سے اپنے خانوادہ کی عزت و ناموس کے متعلق صحیح روایات سنئے اور خانوادۂ نبوت کی شان کو ملاحظہ فرمایئے۔ یہی روایت جس کے لکھنے سے میرا دل لرز گیا۔ میرے ہاتھ سے قلم گر پڑا اور اللہ کی قسم! میں لکھنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اہلِ تشیع نے اپنی معتبر کتاب ناسخ التواریخ، جلد نمبر ۲، حصہ ۲، صفحہ ۳۶۳، سطر ۲۹ پر بڑے شد و مد کے ساتھ اور ثبوت نکاح میں یہ تمام صفحہ اور ص ۳۶۴ علیٰ ہذا القیاس ص ۴۳۳ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ اس کے بعد اور نہیں تو یہی شیعانِ علی کو پڑھ کر سنا دیجئے کہ۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

مگر در حقیقت دوست نما دشمن کے بغیر اہلِ تشیع کے مذہب کی بنا کوئی اور نہیں رکھ سکتا۔ مذکورہ بالا عبارات کو پڑھ کر یقیناً اہلِ انصاف میری تصدیق کریں گے۔ ممکن ہے بھولے بھالے برادرانِ وطن کہیں گے کہ جو لوگ سال بہ سال امام عالی مقام زندۂ جاوید کا ماتم کرتے ہیں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر خون خون کر دیتے ہیں۔ یہ کیسے کسی دشمن کی تقلید میں مذہب تشیع اختیار کر سکتے ہیں یا جس نے یہ مذہب گھڑا ہے وہ کیسے دشمن اہلبیت ہو سکتا ہے؟ اس کا فطرتی جواب صرف اتنا ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے کی سزا ایسی ہو سکتی ہے اور جن مقدس ہستیوں کو امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف امام الہدیٰ شیخ الاسلام، حبیب مقتدا اور پیشوا فرمادیں۔ جن کے ہاتھ پر بیعت کریں، جن کو بطیب خاطر رشتے دیں ان ہستیوں کی شان اقدس میں اعلانیہ بکواس بکنے کی دنیا میں سزا ایسی ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنے مونہوں اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اڑا دیں۔ ورنہ محبت کے تقاضے پر یہ کارروائی مبنی ہوتی تو اس کی ابتداء حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتی۔ ان کے بعد یازدہ ائمہ اس پر عمل فرماتے مگر یاد رکھو یہ کسی زبردست مجرم خدا کی سزا سے شروع ہوئی ہے۔ اے آلِ حیدر کرار! آپ اپنے جد امجد کی سنت تلاش فرمادیں اور اپنے تمام اجداد طاہرین کی سنت کی پیروی اختیار کریں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی روایات گھڑنے اور ان کو رائج کرنے کا یہ

Marfat.com

ایک سیاسی کرتب تھا تاکہ بیوقوف اور کم سمجھ لوگ اس قسم کی غلط روایات کے باوجود ہمیں محب سمجھتے رہیں گے اور ہم آسانی کے ساتھ اپنا مذہب رائج کرتے رہیں گے۔ آپ دعویٰ محبت کے اس کوٹ کے اندر دیکھئے اور اس زہر سے بچئے۔ خیر یہ ایک نیاز مندانہ مشورہ تھا جو موضوع سے نکال لے گیا۔

اب ائمہ طاہرین صادقین معصومین کی روایات خود اہلِ تشیع کی کتابوں میں جب یہ بات مل گئی کہ ائمہ طاہرین نے خلفائے راشدین کو صدیق مانا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت کی ان کو امام الہدیٰ' شیخ الاسلام' مقتدا اور پیشوا تسلیم کیا۔ ان کے حق میں سب بکنے والوں کو قتل کیا' سزائیں دیں۔ اپنی مجلس سے نکالا' بلکہ خلفائے راشدین کی شان اقدس میں سب بکنے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے بھی خارج فرمایا اور یہ بھی مسلم ہے کہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاک اور مقدس دلوں میں غیر خدا کا خوف نہیں آسکتا تھا۔ اور

"ولا تخافوهم و خافون ان كنتم مؤمنين" (اگر تم مومن ہو تو میرے بغیر کسی سے نہ ڈرو)

پر ان کا پورا ایمان تھا۔ اور میدان کربلا میں اپنے اس ایمان کا ثبوت عملی طور پر بھی دیا تو وہ تمام ترارشادات جو ائمہ طاہرین نے فرمائے اور تمام تر اخوت و مودّت کے جو عملی ثبوت بہم پہنچائے صرف صدق و صفا اور ظاہری باطنی صداقت ہی کی بناء پر فرمائے۔ خلافت خلفائے سابقین کے متعلق جن واضح اور غیر مبہم کلمات طیبات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے قطعی فیصلہ ارشاد فرمایا ہے۔ جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس کے بعد فتنہ اور فساد پیدا کرنا اور وہ فیصلہ تسلیم نہ کرنا اور خلفائے راشدین کی شان اقدس میں سب و شتم بکنا اور محب علی کہلوانا حضرت علی کو (معاذ اللہ) جھٹلانا اور پھر دعوے تولّی کرنا ایمان تو بجائے خود کسی معقولیت پر بھی مبنی نہیں ہو سکتا۔ بے خبر اور ناواقف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کبھی قرطاس کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ کے آخری خمیس کو اپنے حرم سرا میں اہل بیت کے مردوں سے کہا کہ لکھنے کے لئے کوئی چیز (دوات' قلم' کاغذ) لاؤ میں تمہارے لئے کچھ

Marfat.com

وصیت لکھوں تاکہ میرے بعد تم صراط مستقیم پر ثابت قدم رہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے مسجد شریف میں جاکر دوات قلم طلب فرمائی تو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں داغِ مفارقت تو نہیں دینا چاہتے؟ اس بات کو سمجھو۔" یہ روایت اہل السنّت کی کتابوں میں ہو یا اہل تشیع کی کتابوں میں۔ بہرصورت قرآن کریم کی آیت کریمہ ولا تخطه بیمینك اذا لاّرتاب المبطلون"۔ یعنی آپ اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اس کو نہ لکھنا تاکہ گمراہ کرنے والے لوگ شک پیدا نہ کر سکیں (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھ سکتے تھے اور قرآن کریم خود لکھا ہے خدا کی طرف سے نہیں) کے خلاف ہے۔

اب یہ نفی ہو یا نہی بہرصورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ہاتھ مبارک سے لکھنا ممنوع اور محال ہے اور روایت میں ہے کہ "میں لکھوں" دوسرا بفرض تسلیم اس روایت میں خلافت کا ذکر تک نہیں۔ حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل اس سے کیسے ثابت ہوئی؟

تیسرا اہل بیت کے مردوں میں حضرت علی موجود تھے تو انہیں دوات قلم پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جیسا کہ "ایتونی" کا صیغہ جمع مذکر اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ فرض کرو کہ حضرت عمر نے "حسبنا کتاب اللہ" (یعنی ہمیں قرآن کافی ہے) فرمایا ہو تو سوال یہ ہے کہ حضرت علی کو حضرت عمر کے کہنے پر عمل کرنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر؟ پھر حضرت علی نے کس کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے دوات قلم کاغذ پیش نہ کیا؟

چوتھا فرض کریں کہ حضور خلافت ہی لکھتے (جس کا ذکر تک روایت میں نہیں) مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے فرما رہے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوگا

Marfat.com

اس کے بعد عمر ہو گا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
دیکھو تفسیر صافی جلد ۲، صفحہ ۳۲۰، اسی طرح تفسیر قمی اس آیت کریمہ

قال نبانی العلیم الخبیر (پارہ ۲۸ سورہ تحریم)

کے ماتحت تفسیر امام حسن عسکری اور باقی تمام اہل تشیع کی معتبر ترین تفاسیر میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ثابت ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم اور فرمان کے خلاف اور اپنے ارشاد کے خلاف کوئی دوسری خلافت لکھتے تھے؟

ہم پہلے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واضح اور غیر مبہم خطبات آپ کو سنا چکے ہیں کہ حضرت علی سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کی بیعت کرنے کے بارے میں کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میری خلافت کا زمانہ نہیں آیا۔ اس وقت میری خلافت کا سوال ایسا ہے جیسے کوئی قبل از وقت کچے میوے توڑے یا کسی دوسرے کی زمین میں کھیتی باڑی شروع کر دے اور یہ کہ میرے ذمہ یہ ہے کہ میں دوسروں کی اطاعت کروں اور یہ کہ بیعت کرنے پر میرے لئے دوسروں کی اطاعت کا عہد و پیمان مقدم ہے۔ میرے لئے ممکن ہی نہیں کہ ابوبکر کی بیعت کی مخالفت کروں۔ پھر ان کا خود بھی بیعت کرنا۔ یہ تمام تر روایات خلافت علی رضی اللہ عنہ کی تحریر کے منافی بلکہ مناقض ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کی دلیل میں خم غدیر کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ (یعنی جس کا میں دوست ہوں، علی بھی ان کے دوست ہیں)

ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولیٰ بمعنی دوست ہے دیکھو آیت کریمہ

فان اللہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المؤمنین (یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک مؤمن بندے ہیں)

Marfat.com

والملئکة بعد ذٰلك ظهیرء　　اس کے بعد فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امداد کنندہ ہیں۔ (القرآن)

اب مولیٰ کا معنی حاکم یا امام یا امیر کرنا صراحۃً قرآن کریم کی مخالفت ہے اور تفسیر بالرائے ہے۔ کون مسلمان یہ نہیں جانتا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کے دوست ہیں۔ جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں، ہجرت میں، غار میں، سفر میں، حتیٰ کہ قبر میں اپنا ساتھی اور رفیق منتخب فرمالیا، حضرت علی ان کے دوست ہیں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا صاف صاف ارشاد گرامی نہ بھولئے جو حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں کہ ھما حبیبای یعنی وہ میرے دوست ہیں (یہ حوالہ گزر چکا ہے) علیٰ ہذا القیاس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل پر غزوۂ تبوک کی روایت کو دلیل میں پیش کرنا سخت ناواقفی اور بے خبری کی دلیل ہے۔ یعنی غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت علی کو ارشاد فرمانا۔

اما ترضی ان تکون منّی بمنزلة هارون من موسٰی۔　　یعنی اے علی آپ اس بات پر راضی نہیں کہ جو نسبت ہارون کو موسیٰ سے تھی وہی منزلت آپ کو مجھ سے ہوتی۔

اب اس روایت سے ثابت کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو خلیفہ بلا فصل فرمارہے ہیں کس قدر بے محل ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حین حیات ہی میں فوت ہو گئے تھے اور حضرت موسیٰ کے خلیفہ نہ بلا فصل بنے اور نہ بالفصل۔ دیکھو شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی کی کتاب حیات القلوب صفحہ ۳۶۸ اور ناسخ التواریخ وغیرہ اور اولڈ ٹسٹامنٹ (بائبل) وغیرہ جہاں صراحۃً موجود ہے کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی حین حیات میں فوت ہوئے اور یہود نے حضرت موسیٰ پر یہ اتہام لگایا کہ انہوں نے اسکو قتل کیا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برات نازل فرمائی۔ جسکا ذکر قرآن کریم میں ان کلمات طیبات کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

فبرآه الله مما قالوا و كان عند الله وجيهاً (پس اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس اتہام سے بری فرمایا جو کچھ کہ یہود نے ان کے متعلق باندھا تھا اور وہ اللہ کے نزدیک معزز و محترم تھے)

اور تفسیر صافی میں جو اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتاب ہے بحوالہ تفسیر مجمع البیان جو شیعوں کے مجتہد اعظم کی تصنیف ہے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ سے روایت تصدیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔

عن علی علیه السلام ان موسیٰ و هارون صعد ا علی الجبل فمات هارون فقالت بنوا اسرائیل انت قتلته الخ یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ایک پہاڑ پر چڑھے پس حضرت ہارون فوت ہو گئے تو بنی اسرائیل نے کہا کہ اے حضرت موسیٰ آپ نے ان کو قتل کیا ہے۔ الخ

حیات القلوب میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے۔

تو یہ مشابہت خلافت کے ساتھ قرار دینا کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے خلیفہ تھے ویسے ہی حضرت علی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ تھے' انتہادرجہ تعجب انگیز ہے۔ دلیل تو خلافت بلافصل پر اس مشابہت کے ذریعے سے لائی گئی مگر اس مشابہت کی وجہ سے مطلقاً خلافت نہ بلافصل ثابت ہو سکی اور نہ بالفصل۔ خدا کا شکر ہے کہ کسی خارجی منحوس کے کانوں تک اہلِ تشیع کی خلافت بلافصل کے متعلق یہ دلیل نہیں پہنچی۔ ورنہ اہلِ تشیع حضرات کو لینے کے دینے پڑ جاتے۔ ہٹ دھرمی کی بھی انتہا ہے۔ جب حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے متعلق ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح اور غیر مبہم ارشاد خود اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتابوں سے دکھایا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

"ان ابابکر یلی الخلافة من بعدی۔" یعنی میرے بعد ابوبکر خلیفہ ہیں۔

Marfat.com

اور اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ اور تفسیر صافی وغیرہ کی تصریحات پیش کی جائیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہیں ان کے بعد عمر ہیں۔ اور اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتاب نہج البلاغۃ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ان کی خلافت کو تسلیم فرمانا' ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا' ان کے ساتھ مشوروں میں شریک ہونا ثابت کیا جائے اور شیعوں کی معتبر ترین کتاب شافی اور تلخیص الشافی سے ائمہ طاہرین کی روایات کے ساتھ حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہو کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) میرے پیارے ہیں۔ امام الہدیٰ ہیں۔ پیشوائے وقت ہیں۔ ہدایت کے امام ہیں۔ شیخ الاسلام ہیں اور مولیٰ علی کا یہ ارشاد خود ائمہ طاہرین کی سند کے ساتھ پیش کیا جاوے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ صحابہ سے افضل ہے اور اہلِ تشیع کی معتبر ترین کتاب تفسیر حسن عسکری اور معانی الاخبار وغیرہ میں یہ تصریحات موجود ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہیں اور عمر بمنزلہ میرے گوش مبارک کے ہیں اور عثمان بمنزلہ میرے دل کے ہیں تو ان روایات کو دیکھ کر اہلِ تشیع کو خلافت کا یقین نہیں آتا۔ نہ ہی ائمہ طاہرین کی روایات پر ایمان لاتے نظر آتے ہیں اور حضرت ہارون کی مشابہت سے خلافت بلا فصل ثابت کرنے کی بڑی دور کی سوجھتی ہے۔ اگر حضرت علی کی خلافت ثابت کرنے کا اسقدر شوق ہے تو پہلے ان کو سچا بھی مانو اور ان کے ارشادات پر ایمان بھی لاؤ۔ اور ان کی حدیثوں کو صحیح تسلیم بھی کرو۔ ان معصومین کو جھوٹ اور مکر و فریب سے پاک اور منزہ یقین کرو تو ہم جانیں کہ اہلِ تشیع کو ائمہ طاہرین معصومین کے ساتھ دلی الفت اور محبت ہے۔ حضرت ہارون کے ساتھ مشابہت ایک وقتی طور پر بہت مناسب ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہما السلام کو طور سینا پر جاتے وقت اپنے گھر چھوڑ گئے تھے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں تشریف لے جاتے وقت حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو مدینہ شریف کی حفاظت کے لئے افسر مقرر فرما گئے تھے۔ مگر حسب روایت باقر مجلسی کی حیات القلوب میں حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجہہ نے مدینہ شریف میں رہنا پسند نہ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے ساتھ جانا اختیار کیا اور شامل سفر باظفر ہوئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشابہت حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے متعلق موجود ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہ بنے۔ فذالک کذالک۔ البتہ ہم اہل السنّت والجماعت کے اصول کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے خلیفہ ہیں۔

اہلِ تشیع کے دلائل خلافت بلافصل کا نمونہ تو آپ دیکھ چکے جو تصریحات کے انکار من گھڑت اور غلط توجیہات پر اصرار کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اہل السنّت والجماعت اور اہلِ تشیع کے مابین مناظرہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اہلِ تشیع کے مناظر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لئے کہا کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں۔ میں حیران ہو کر دیکھنے لگا کہ یااللہ تیری کس آیت سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرے گا۔ تو اس نے سورہ زخرف کی تیسری آیت

"و انہ فی ام الکتٰب لدینا لعلیٌّ ایک خاص انداز میں پڑھی کہ "علی لوح محفوظ میں حکیم لکھے ہوئے ہیں۔" حکیمٌ۔"

اور پھر نعرہ حیدری بولتے ہوئے اسٹیج سے کودا اور بھاگا۔ مناظر اہل سنت بیچارہ منہ تکتا رہ گیا۔ میں نے اندازہ لگالیا کہ بیچارے بے خبر جاہلوں کو اسی طرح خلافت بلافصل کے دلائل پیش کر کے پھسلایا جاتا ہوگا۔ میں اس مناظرہ میں بحیثیت حکم بیٹھا ہوا تھا مگر فیصلہ سنانے کا موقع ہی نہ ملا۔ علماء طبقہ تو شانِ استدلال اور طرز قلابازی دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ اب وہاں کون تھا جس کو جواب دیا جاتا اور اس دلیل کے متعلق نظر اور فکر کا تجزیہ کیا جاتا۔

برادران وطن! سورہ زخرف جس سے اس سخت جاہل نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا اس کی آیات تلاوت فرمادیں۔

Marfat.com

حٰمٓ ۔ والکتٰب المبین ٥ انّا جعلنٰہ قرانًا عربیًّا لعلّکم تعقلون ٥ و انّہٗ فی ام الکتٰب لدینا لعلیٌّ حکیمٌ ٥

اس کا ترجمہ خود اہلِ تشیع کے مقبول ترین مترجم مقبول احمد دہلوی کی تحریر سے دیکھئے "قسم ہے واضح کتاب کی' بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن مقرر کیا تاکہ تم سمجھو اور بے شک وہ ہمارے پاس ام الکتاب میں ضرور عالی شان اور حکمت والا ہے۔"

تو شروع سے لے کر آخر تک قرآنِ حکیم کی تعریف ہے۔ مگر اس سے حضرت علی مراد لینے اور پھر اپنے ذہن سے خلافت نکال کر اس کے ساتھ جوڑنے اور جب خلافت کا حلقہ جڑ گیا تو پھر بلا فصل کا لفظ جوڑنے میں کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ لہٰذا حضرت علی کی خلافت اور وہ بھی بلا فصل ثابت ہو گئی (نعرہ حیدری یا علیؑ)۔

یہ استدلال اور طرزِ استدلال! بھلا اس کے مقابل میں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف اور واضح ارشاد کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر اور پھر عمر ہوں گے یا حضرت علی کا ابو بکر و عمر کو امام الہدیٰ و مقتدائے امت فرمانا بھی کوئی دلیل خلافت ہو سکتی ہے؟

فما لھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً ؕ

امام حسن عسکری کی تفسیر' تفسیر قمی اور تفسیر صافی جیسی اہل تشیع کی معتبر کتابیں جن میں محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف صاف ارشاد کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر اور ان کے بعد عمر (رضی اللہ عنہما) ہوں گے اور یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تسلیم نہ کرنا تعجب انگیز دعویٰ تولّی ہے۔

خداوند تعالیٰ کے فرمان اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاف صاف ارشاد اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام ائمہ معصومین کی واضح غیر مبہم تصریحات کے بالمقابل اہلِ تشیع من گھڑت تخمینے اور خلافت بلا فصل کے ٹوٹل لگائیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام ائمہ معصومین کو جھٹلائیں اور ان کے ہر قول و فعل کو جو ان کے من گھڑت مذہب کے مخالف ہو' تقیہ اور فریب کاری پر محمول کریں اور پھر محبّ بھی رہیں۔

Marfat.com

اہلِ تشیع نے اپنے خود ساختہ مذہب کو محفوظ رکھنے کے لئے سوچا خوب ہے کہ جو حدیث اور روایت اس کے مخالف ہو گی خواہ خود اہلِ تشیع ہی کے مصنفین نے اس کو ائمہ معصومین سے سنا اور اپنی کتابوں میں اس کو لکھا ہو اور بانیانِ مذہب شیعہ نے کسی ایسی کڑی کو اپنے مذہب کے ساتھ منسلک کرنا ضروری خیال کیا ہو جو اس روایت اور حدیث کے مخالف ہو تو یہی تقیہ کام میں لایا جا سکے کہ ائمہ معصومین نے ہماری اس خود ساختہ پرداختہ کڑی کے خلاف جو فرمایا ہے اگرچہ وہ روایتیں ہماری کتابوں میں موجود ہیں مگر بطور تقیہ ہیں۔ پس جتنی حدیثیں اور روایات اس مذہب کے خلاف کوئی پیش کرتا چلا جائے گا اہلِ تشیع میاں مٹھو کی طرح ایک لفظ "تقیہ" ہی بولتے چلے جائیں گے۔ تو گویا تمام احادیث و روایات پیش کرنے والے کے بالمقابل اہلِ تشیع کا ایک طوطا جس کو صرف تقیہ کا لفظ زبان پر چڑھا دیا گیا ہو بطور مناظر پیش کر سکتے ہیں۔ یہ تقیہ امور عامہ سے بھی عام مانا گیا ہے۔ اب اس کے بعد جو چاہیں ائمہ صادقین کی طرف منسوب کر کے مذہب کو وسعت دیتے چلے جائیں۔ مگر اتنا تو فرمائیں کہ جب ائمہ صادقین اپنے شیعوں کو ہمیشہ کوئی سچی بات بتانا کفر اور بے دینی (معاذ اللہ) یقین فرماتے تھے۔ جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اور تقیہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی ترک فرمانا جائز نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ مفصل بیان ہو چکا ہے تو پھر تقیہ کے متعلق روایات بھی انہی ائمہ دین کی طرف منسوب ہیں تو پھر ان پر بھی ایمان لانے سے پہلے مسئلہ تقیہ کو ذہن سے خارج نہیں کرنا چاہئے اور یا تسلسل فی التقیہ پر ایمان رکھنا چاہئے۔ کم از کم اپنے مذہب کو بچانے کے لئے اتنا تو کہتے کہ ائمہ معصومین نے جو روایتیں اپنے شیعوں سے سامنے بیان کی ہیں وہ سچی تھیں اور ناصبیوں یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے سامنے تقیہ اختیار فرماتے تھے مگر اس صورت میں بھی مذہب تشیع کی بنیاد کھوکھلی معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جتنے حوالے میں نے اس رسالے میں پیش کئے ہیں وہ تمام تر اہلِ تشیع کی مذہبی معتبر کتابوں سے دیئے ہیں۔ وہ کتابیں جو بجز کافی کلینی کے تمام تر ایران یا نجف اشرف کی چھپی ہوئی ہیں۔ اور کافی مطبوعہ ایران بھی مل گئی ہے۔ اس میں سے بھی کافی کے حوالے دکھانے کا ذمہ دار ہوں۔ اور جتنے حوالے دیئے

Marfat.com

ہیں وہ ائمہ طاہرین معصومین کی روایت سے ہیں۔ تو پھر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت اور صدیقیت کا انکار کیوں؟ مولیٰ علی المرتضیٰ کے ان کے ساتھ بیعت کرنے' ان کو امام الہدیٰ مقتدا و پیشوا تسلیم فرمانے' ان کے حق میں سب و شتم بکنے والوں کو سزا دینے۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو رشتہ دینے کا انکار کیوں؟ ان کی اطاعت کرنے ان کے مشیروں میں شامل ہونے کا انکار کیوں؟ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے اس صریح ارشاد کا انکار کیوں؟ جو حضور نے ایک غالی شیعہ کے سامنے پانچ دفعہ فرمایا کہ ''ابوبکر' صدیق ہیں۔ اور جو ابوبکر کو صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اس کو دونوں جہانوں میں جھوٹا کرے۔'' اور امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں سب بکنے والوں کو بے ایمان فرمانا اور ان کو مجلس سے نکال دینا اور یہ فرمانا کہ ''اللہ تمہیں ہلاک کرے۔'' اس کا انکار کیوں؟ تمام حوالے عرض کر چکا ہوں۔ فرمائیے کوئی ایک بھی روایت کسی اہل السنت والجماعت کی کتاب سے پیش کی ہے؟ کتابیں بھی اہلِ تشیع کی اور راوی بھی ائمہ معصومین۔ پھر ان کی روایت پر وہ لوگ ایمان نہ لائیں جو دعویٰ تشیع کرتے ہیں تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اہلِ تشیع کے مذہب اور ائمہ طاہرین کے مذہب میں بہت بڑا تخالف اور تناقض ہے۔

آج کل کے اہل تشیع حضرات یا تو اپنی مذہبی کتابوں سے مکمل ناواقفی کی وجہ سے اور یا کسی ماحول کے باعث بطور تقیہ قرآن کریم کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔ مگر بانیان مذہب تشیع اور رازدارانِ مذہبِ تشیع کا ایمان قرآن کریم پر نہیں۔ اس قرآن کریم کو اسی وجہ سے ہر صریح جھوٹ بولتے وقت پھٹ سے سر پر رکھ لیتے ہیں اور ایسی حالت میں جھوٹ میں ذرہ برابر تامل نہیں کرتے جیسے کوئی مسلمان جھوٹ بولتے وقت کوئی ہندوؤں کی پوتھی وغیرہ سر پر رکھ لے۔

شیعوں کے مذہبی پیشوا مطلقاً قرآن کا انکار ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ جو قرآن کریم حضرت امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام صحابہ حفاظ کو طلب فرما کر جمع فرمایا جو آج ہمارے سینوں میں ہے اور مسلمانوں کی ہر مسجد میں جس کو

Marfat.com

بچے سے لے کر بوڑھے تک پڑھتے ہیں اور جو مسلمانوں کے سات سات سال عمر کے بچوں کو یاد ہے۔ جس کو رمضان مبارک میں نماز تراویح میں ختم کیا جاتا ہے۔ جس کے تیس پارے ہیں جو سورہ فاتحہ سے سورہ ناس پر ختم ہوتا ہے۔بانیانِ مذہب شیعہ نے اس کا انکار کیا ہے اور جب بھی اپنا ایمان قرآن پر ثابت کرتے ہیں تو اپنا موہوم قرآن (ستر گز والا جس نے قیامت سے پہلے لوگوں کو ہدایت کے لئے منہ نہیں دکھانا' حلال وحرام کی تعلیم صرف قیامت کو دے گا۔)ہی مراد لیتے ہیں۔ تو پھر جس قرآن پر ان کا ایمان ہی نہیں اس کو ہزار دفعہ جھوٹ بولتے وقت سر پر رکھیں ان کے مذہب کو کیا نقصان ہو سکتا ہے ؟ قرآن کریم پر مدعیانِ تولّی کے ایمان کا نمونہ اصل عبارت میں پیش کرتا ہوں تاکہ اہلِ علم لوگ تصدیق کر سکیں۔اصول کافی صفحہ نمبر ۶۷۱۔

فقال ابو عبدالله علیه السلام (الیٰ ان قال) اخرجه علیّ علیه السلام الی الناس حین فرغ منه و کتبه' فقال لهم هذا کتاب الله عزوجل کما انزله الله علیٰ محمد (صلی الله علیه وسلم) من اللوحین فقالوا هوذا عندنا مصحف جامع فیه القران لا حاجة لنا فیه فقال اما والله ما ترونه بعد یومکم هذا ابداً انما کان علیّ ان اخبرکم حین جمعته' لتقرء وه۔

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کی طرف منسوب کر کے) کہتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام قرآن کریم کے جمع کرنے اور اس کی کتابت سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے کہا کہ یہ اللہ عزوجل کی کتاب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کو نازل فرمایا ہے اور میں نے دو لوحوں سے اس کو اکٹھا کیا ہے۔ جس پر لوگوں نے کہا کہ یہ ملاحظہ فرما لو کہ ہمارے پاس مصحف مبارک جامع موجود ہے جس میں قرآن ہی ہے ہمیں آپ کے لائے ہوئے قرآن کی ضرورت نہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

Marfat.com

اللہ کی قسم آج کے بعد تم اس کو کبھی نہ
دیکھو گے۔ میرے لئے ضروری تھا کہ
جب میں نے اس کو جمع کیا ہے تو تمہیں
اس کی خبر دوں تاکہ تم اس کو پڑھتے۔

اب حسب روایت اصول کافی امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب حدیث اور امام عالی مقام سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الشریف کا قسم اٹھانا کہ آج کے دن کے بعد کبھی تم اس کو نہ دیکھو گے تو اس کے باوجود جو قرآن اہل تشیع دیکھتے ہیں اور اہل سنت سے سنتے ہیں۔ جس کو اہل سنت یاد کرتے ہیں' تراویح میں ختم کرتے ہیں جس کو امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ یہ تو بہرصورت وہ قرآن نہیں ہو سکتا جو قیامت سے پہلے آہی نہیں سکتا۔ اسی اصول کافی ص ۶۷۰ پر امام عالی مقام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے ایک شیعہ صاحب بنام احمد بن محمد کہتے ہیں کہ "مجھے امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے مصحف مبارک عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو کھول کر مت دیکھنا میں نے کھولا اور دیکھا اور سورہ لم یکن الذین الخ پڑھی تو میں نے اس سورت میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام بمعہ ان کے آباء کے نام لکھے ہوئے موجود پائے تو امام صاحب نے میری شان تعمیل حکم دیکھ کر میری طرف آدمی بھیجا کہ میرا قرآن مجھے واپس کر دو۔" یہ واپسی کا قصہ تو اس ضرورت کے ماتحت گھڑنا پڑا کہ کوئی کہہ دے کہ امام صاحب کا لکھا ہوا قرآن ہمیں دکھاؤ تو فصاحت وبلاغت قرآن سے ملتی جلتی عبارت کہاں سے پیدا کی جاتی؟ بہر حال وہ قرآن جس کی سورہ لم یکن الذین میں قریش کے ستر آدمیوں کے نام ہوں اور ان کے آباء کے نام ہوں وہ کوئی اور ہی ہے جس پر اہل تشیع کا ایمان ہے یہ قرآن نہیں۔ اہل تشیع کے مجتہد اعظم نے تو اپنی کتاب فصل الخطاب میں ایمان بالقرآن کا قصہ ہی ختم کر دیا ہے۔

اصول کافی ص ۶۷۱ کی ایک اور روایت بھی ملاحظہ کریں جس کے لفظ بہ لفظ ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں اہل علم حضرات منطبق فرمالیں۔ "امام جعفر صادق رضی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قرآن حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جبریل علیہ السلام لائے تھے اس کی سترہ ہزار آیتیں تھیں۔" اور اہل السنۃ والجماعۃ غریبوں کے پاس تو صرف ۶۶۳۶ آیات پر مشتمل قرآن حکیم ہے۔ اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ اہل تشیع کا قرآن کریم سے انکار دیکھنا چاہیں تو اصول کافی ص ۲۶۱ تا ص ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱ کا مطالعہ فرمائیں اور ایمان بالقرآن کی داد دیں کہ ایک سے دوسری روایت بڑھ چڑھ کر انکار قرآن میں وارد ہے اور کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲، ص ۲۹۳، ۴۹۴ پر تو اس قرآن کریم کے انکار پر شیعوں کا اجماع ثابت ہے۔ اور اس قرآن کریم میں ردوبدل اور اس کی تنقیص میں تو ایک سے ایک بڑھ کر روایتوں کے انبار لگائے گئے ہیں۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۱۴، میں قرآن کی تحریف اور اس میں ردوبدل ثابت کرنے کے کمال دکھائے گئے ہیں اور مصنف کافی یعقوب کلینی اور ان کے استاد علی ابن ابراہیم قمی کا اس بارے میں غلو بیان کیا گیا ہے۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب "منہاج البراعۃ" جلد اول ص ۲۰۲ تا ۲۰۶ میں تحریف قرآن وردوبدل میں جو روایتیں موجود ہیں ملاحظہ فرمالیں اور خود فیصلہ کریں۔ اور اہلِ تشیع کی مایۂ ناز روایت کہ اس قرآن میں "کفر کے ستون" صحابہ نے قائم کئے ہیں، ذاکروں نے اہل تشیع کو یاد کرائی ہو گی۔ ورنہ اہل تشیع کی کتابوں میں ملاحظہ فرمالو اور شیعہ مذہب گھڑنے والوں کی داد دو۔ **ولا حول ولا قوۃ الا باﷲ العلی العظیم**۔

یہ چند روایتیں بطور نمونہ ہیں ورنہ اہل علم شاہد ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر کتابوں میں جس کثرت کے ساتھ قرآن حکیم کے انکار پر مشتمل روایات ہیں ان کا نصف بھی یکجا جمع کیا جائے تو شرح کبیر لابن میثم کے لگ بھگ ایک مستقل کتاب ہو گی۔ مگر اندک دلیل بسیار اور مشتے نمونہ از خروار ہوتا ہے۔ جو پیش کیا ہے۔ یہ بات نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ جب ان لوگوں کو قرآن بھی قیامت سے پہلے دیکھنا نصیب نہیں اور ائمہ طاہرین معصومین کے متعلق قطعی یقین حاصل ہے کہ وہ تقیہ نہ کرنا بے ایمانی اور بے دینی یقین فرماتے تھے ان کے بغیر باقی تمام لوگ ان کے نزدیک اس قابل ہی نہیں کہ ان

Marfat.com

سے کوئی حدیث بھی قابل تسلیم مانی جا سکے تو پھر یہ مذہب اہل تشیع اور اس کی سچائی اور اس کے عقیدے اور اس کے حلال و حرام کس صداقت پر مبنی اور کس بنا پر قائم ہیں؟

بھائی جب ائمہ کرام خود فرماویں

من اذاع علینا حدیثاً اذلہ اللہ ومن کتمہ اعزہ اللہ

یعنی جو شخص ہماری کسی بات کو ظاہر کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے گا اور جس نے ہماری حدیثیں چھپائیں اور ظاہر نہ کیں اس کو اللہ تعالی عزت دے گا اور جو تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔"

(حوالے گزر چکے ہیں)

تو اماموں سے کسی حدیث کو ظاہر کرنا یا ان کی کسی بات یا کسی تعلیم کو صحیح طور پر بیان کرنا صراحتاً بے ایمانی' بے دینی' دارین میں ذلت اور قطعی جہنمی ہونا ہے۔ (دیکھو کافی باب التقیہ)

تو اب اہل تشیع کی تمام کتابیں جو ائمہ صادقین سے روایتوں پر مشتمل نظر آرہی ہیں۔ خلافت بلا فصل کا عقیدہ' سب و شتم کا عقیدہ باقی متعہ ہو یا تقیہ' وضو کی ترکیب' نماز کے انداز' کھانے پینے کے حلال و حرام اگر فی الواقع ائمہ طاہرین کی حدیثیں ہیں اور ان کو چھپانے کی بجائے شائع کیا گیا جلسوں میں لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ لوگوں کو سنائی گئیں تو حسب فرمان امام عالی مقام یہ لوگ سخت بے ایمان بے دین اور دنیا و آخرت میں ائمہ کی نظر میں ذلیل اور جہنمی ہیں۔ اور اگر ائمہ کے تاکیدی ارشادات اور حکم کی تعمیل میں اصل حدیثیں اور اصل احکام نہیں لکھے گئے اور نہ ہی ان کو شائع کیا گیا اور نہ ہی وہ لوگوں کو سنائے جاتے ہیں بلکہ وہ تو بہرصورت چھپائے ہی جاتے ہیں یہ تمام تر کتابیں اور تقریریں ان کے اصل احکام کے خلاف اور مغائر ہیں۔ یہ تمام اعمال نماز ہو یا روزہ وضو ہو یا نماز کی ترکیب اور خاصانِ بارگاہِ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں سب و شتم من گھڑت اور خود ساختہ روایات کی بناء پر ہیں تو اس صورت پر اہل تشیع حق بجانب معلوم ہوتے ہیں اور عقل سلیم بھی اس صورت کو صحیح سمجھتی ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین

Marfat.com

کی ایک حدیث اور ایک روایت بھی کوئی مخلص محب شیعہ تو ظاہر کرنے کی جرأت نہ کرتا ہوگا تو ان محبوں نے اصل کو چھپانے کے لئے غلط اور غیر صحیح بیان کرنے پر اکتفا کیا۔ اپنی طرف سے کچھ سے کچھ جوڑ کر ایک مذہب بنا ڈالا۔ اسی صورت کا کھوج بھی ملتا ہے اور ذی عقل آدمی تو چور بھی پکڑ سکتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اہل تشیع کی نہایت معتبر کتاب ناسخ التواریخ جلد نمبر ۲ حصہ نمبر ۳ صفحہ نمبر ۵۲۴ سطر نمبر ۶ مطبوعہ ایران (اصفہان) مطالعہ کی سفارش کرتا ہوں تاکہ آپ کو حق الیقین ہو جائے کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں تعصب مذہبی کی بناء پر نہیں بلکہ واقعات کی روشنی میں اور حق و صداقت پر مبنی معروضات ہیں۔

سب سے پہلے جس شخص نے خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق غصب خلافت کا قول کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفۂ بلا فصل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک یہودی تھا جس کا نام عبداللہ ابن سبا ہے۔ جو امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں تقیہ کر کے مدینۂ انور آیا اور اسلام ظاہر کیا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم جمعین علی الخصوص خلفائے راشدین سابقین کے سب بکنا شروع کیا۔ پھر مدینہ اقدس سے نکالا گیا تو مصر میں جا کر ایک گروہ بنا لیا۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آخر ایسا فتنہ برپا کیا جس میں امیر المؤمنین شہید ہوئے۔

میں چاہتا ہوں کہ صاحبِ ناسخ التواریخ کی بعینہٖ عبارت پیش کروں۔

ذکر پدید آمدنِ مذہبِ رجعت در سال سی و پنجم ہجری۔ عبداللہ ابن سبا مردی جہود بود در زمان عثمان ابن عفان مسلمانی گرفت و واز کتب پیشین و مصاحف سابقین نیک دانا بود۔ چوں مسلمان شد خلافت عثمان در خاطر او پسندیدہ نیفتاد پس در مجالس و محافل اصحاب نشستے و قبائح اعمال و مثالب

۳۵ ہجری میں رجعی مذہب پیدا ہونے کا ذکر عبداللہ ابن سبا ایک یہودی تھا۔ جس نے حضرت امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں اسلام ظاہر کیا اور وہ پہلی کتابوں اور صحیفوں کا اچھا عالم تھا۔ جب مسلمان ہوا تو امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کی خلافت اس کے دل کو پسند نہ آئی

Marfat.com

عثمان راہر چہ توانستی باز گفتی ایں خبر بہ
عثمان بردند گفت باری ایں جھود کیست و
فرمان کرد تا اورا از مدینہ اخراج نمودند
عبداللہ بمصر آمد و چوں مردی عالم و دانا
بود مردم بروی گرد آمدند و کلمات اورا باور
داشتند گفت ہاں اے مردم مگر نشنیدہ
اید کہ نصاریٰ گویند عیسیٰ علیہ السلام بدیں
جہان رجعت کند و باز آید چنانکہ در
شریعت ما نیز ایں سخن استوار است۔ چوں
عیسیٰ رجعت تواند کرد محمد کہ پیغمبر
فاضل تر از وست چگونہ رجعت نکند و خدا
وند نیز در قرآن کریم میفرماید انّ الذی
فرض علیک القرآن لرادّک الیٰ
معاد۔ چوں ایں سخن را در خاطر ہا جائے
گیر ساخت گفت خداوند صد و بیست و چہار
ہزار پیغمبر بدیں زمین فرو فرستاد و ہر
پیغمبری را وزیری و خلیفتی بود۔ چگونہ می
شود پیغمبری از جہاں برود خاصہ وقتی کہ
صاحب شریعت باشد و نابی و خلیفتی
خلق بگمارد و کارامت را مہمل گزارد ہمانا
محمد را علی علیہ السلام وصی و خلیفہ بود
چنانکہ خود فرمودانت منّی بمنزلہ
ھارون من موسی "ازیں پیوں دانست

تو مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر حضرت
امیر عثمان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق
بدگوئیاں شروع کرنے لگا اور برے اعمال
وغیرہ جو کچھ بھی اس کے امکان میں تھا
حضرت امیر عثمان کی طرف منسوب
کرنے لگا۔ امیر عثمان کی خدمت میں یہ
خبر پہنچائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ یہودی
کون ہے؟ اور حکم دیا گیا تو اس یہودی
(عبداللہ ابن سبا) کو مدینہ شریف سے
نکال دیا گیا۔ عبداللہ مصر میں پہنچا اور
چونکہ آدمی عالم اور دانا تھا تو لوگوں کا
جمگھٹ ہونے لگا اور لوگوں نے اس کی
تقریروں پر یقین کرنا شروع کر دیا۔ تو
ایک دن اس نے کہا ہاں اے لوگو! تم
لوگوں نے شاید سنا ہو گا کہ عیسائی لوگ
کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السام اس
جہاں میں رجعت کریں گے (دوبارہ آئیں
گے) جیسا کہ ہماری شریعت میں یہ بات
محقق ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آ
سکتے ہیں تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جو ان سے مرتبہ میں بہت زیادہ ہیں کس
طرح دوبارہ تشریف نہ لائیں گے؟ اور
اللہ تعالیٰ بھی قرآن میں فرماتا ہے کہ

Marfat.com

کہ علی خلیفہ محمد است و عثمان ایں منصب راغصب کردہ وباخود بستہ عمر نیز بناحق ایں کار بشوریٰ افگند و عبدالرحمان بن عوف بہوائی نفس دست بردست عثمان زدو دست علی راکہ گرفتہ بود باو بیعت کند رہا داد اکنوں برما کہ در شریعت محمد یم واجب میکند کہ ازامر بمعروف و نہی از منکر خویشتن داری نکیم چنانکہ خدای فرماید کنتم خیر امةٍ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنهون عن المنكر پس بامردم خویش گفت مارا ہنوز آں نیرو نیست کہ بتوانیم عثمان رادفع داد واجب میکند کہ چندانکہ بتوانیم عمال عثمان راکہ آتش جور و ستم رادامن ہمیز نند ضعیف داریم و قبائح اعمال ایشاں رابر عالمیاں روشن سازیم ودلہائے مردم راز عثمان و عمالِ اوبگردانیم پس نامہانوشتند واز عبداللہ ابن ابی سرح کہ امارت مصر داشت باطراف جہاں شکایت فرستادند و مردم رایک دل ویک جہت کردند کہ در مدینہ گرد آیند وبر عثمان امر بمعروف کنند

"جس ذات نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے یقیناً آپ کو آپ کے اصلی وطن لوٹائے گا۔" جب اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں پختہ کر چکا تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے ہیں اور ایک پیغمبر کا ایک وزیر اور ایک خلیفہ تھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک پیغمبر دنیا سے رحلت فرمائے علی الخصوص جبکہ وہ صاحب شریعت بھی ہو اور کوئی اپنا نائب اور خلیفہ مقرر نہ فرماوے اور امت کا معاملہ یونہی چھوڑ دے تو اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی اور خلیفہ حضرت علی ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے۔ انت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ۔ یعنی تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے ہارون موسیٰ (علیہما السلام) کے نزدیک تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ (حضرت) علی (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلیفہ ہیں اور عثمان نے اس منصب کو غصب کر لیا ہے اور اپنی ذات کے ساتھ

Marfat.com

اور ااز خلیفتی خلع فرمایند عثمان ایں معنی را تفرس ہمی کرد و مروان بن الحکم جاسوساں بہ شہر فرستاد تا خبر باز آورد ند کہ بزرگانِ ہر بلد در خلع عثمان ہمداستا نند لا جرم عثمان ضعیف و مرکار خود فرو ماند و محصور شدن عثمان در خانہ خود در سال سی و پنجم ہجری۔

لگا لیا ہے۔ عمر (رضی اللہ عنہ) نے بھی ناحق منصب خلافت کو مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا۔ الخ

یہ عبارت نقل کرنے سے چند گزارشات مقصود ہیں:

رجعی مذہب دنیا میں سب سے پہلے جس شخص نے پیدا کیا وہ عبداللہ ابن سبا ہے۔ خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غاصب کہنے اور ان کی خلافت کو ناحق بیان کرنے کی ابتدا اسی عبداللہ ابن سبا سے ہوئی۔ خلافت بلا فصل علی (رضی اللہ عنہ) کا سب سے پہلا علمبردار بھی عبداللہ ابن سبا ہے۔ عبداللہ ابن سبا کے متعلق ائمہ ہدیٰ کی تصریحات سے آئندہ سطور میں کسی قدر تبصرہ ہوگا۔ سر دست اتنا عرض کرنا ہے کہ شیعوں کے مذہب کی بنا اسی عبداللہ ابن سبا نے رکھی۔ شیعوں کے مجتہد اعظم ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب (حق الیقین صفحہ نمبر ۱۵۰ مطبوعہ ایران) میں مقصد نہم کو اسی مسئلہ رجعت کے ثبوت میں انتہائی زور و شور کے ساتھ لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

"بد انکہ از جملہ اجماعیات شیعہ بلکہ ضروریات مذہب حق فریقہ محقہ حقیقت رجعت است۔"

یعنی جاننا چاہئے کہ من جملہ ان اعتقادیات کے جن پر تمام شیعوں کا اجماع ہے بلکہ ان کے مذہب کے ضروریات میں سے ہے وہ رجعت کے مسئلہ کو حق جاننا ہے۔

Marfat.com

اب اہل دانش و بینش کے نزدیک یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ مسئلہ رجعت کو ظاہر کرنے والا اور خلافت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلا فصل کہنے والا اور خلفاء راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے متعلق غصب اور ظلم منسوب کرنے والا سب سے پہلے عبداللہ ابن سبا ہے اور باقر مجلسی کی تصریح سے یہ ثابت ہوا کہ یہی عبداللہ ابن سبا کے عقیدے شیعوں کے ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور شیعوں کے مجمع علیہ عقائد میں سے ہیں۔ اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ "ہر کہ ایمان بر جعت ندارد از ما نیست۔" یعنی جو شخص رجعت کا عقیدہ نہیں رکھتا وہ ہم (شیعہ فرقہ) سے نہیں۔ اسے بھی مد نظر رکھیں۔

اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب رجال کشی ص ۱۰۱ پر بھی عبداللہ ابن سبا کا بیان ہے چونکہ روایت امام عالی مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہے۔ للذا لفظ بلفظ مطالعہ کے لئے پیش کرتا ہوں۔

ویل لمن کذب علینا و ان قوماً یقولون فینا مالا نقوله فی انفسنا نبرء الی الله منهم نبرء الی الله منهم مرتین (ثم قال) قال علیّ ابن الحسین (رضی الله عنهما) لعن الله من کذب علیاً علیه السلام انی ذکرت عبدالله ابن سبا فقامت کل شعر فی جسدہٖ وقال لقد ادعیٰ امراً عظیماً لعنه الله کان علی علیه السلام والله عبدالله و اخو رسول الله ما نال الکرامة من الله الا بطاعته لله ولرسوله (صلی الله علیه واله وسلم)

یعنی امام عالی مقام فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لئے جہنم ہے جس نے ہم پر جھوٹے بہتان باندھے ہیں۔ اور ایک قوم ہمارے متعلق ایسی ایسی باتیں گھڑتی ہے جو ہم نہیں کہتے ہم ان سے بری ہیں اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم ان سے بری ہیں۔ الخ امام علی مقام نے دو دفعہ فرمایا (اس کے بعد فرمایا حضرت امام زین العابدین نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے حضرت علی کو جھٹلایا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں عبداللہ ابن سبا کا ذکر کیا تو اس کا نام سن کر

Marfat.com

و ما نال رسول الله صلى الله عليه وسلم الكرامة الا بطاعته (ثم قال) و كان الذى يكذب عليه . فيعمل تكذيبصدقه و يفترى على الله الكذب عبدالله ابن سباء (ثم قال) ذكر بعض اهل العلم عبدالله ابن سباء كان يهوديا فاسلم و وال عليا عليه السلام و كان يقول و هو على يهودية فى يوشع ابن نون وصى موسىٰ بالغلو فقال فى اسلامه بعد وفات رسول الله صلى الله عليه وسلم فى على مثل ذلك و كان اول من شهر بالقول برفض امامة على عليه السلام (الىٰ ان قال) ومن ههنا قال من خالف الشيعة اصل التشيع و الرفض ماخوذ من اليهودية.

آپ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اس نے بڑی بات کا دعویٰ کیا تھا اور خدا کی قسم علی علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور اس کے رسول کے بھائی ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے جو بھی کرامت حاصل کی فقط اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرماں برداری کی وجہ سے حاصل کی ہے۔ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے کرامت حاصل کی ہے۔ (پھر فرمایا) اور جو شخص حضرت علی پر جھوٹے بہتان باندھتا تھا اور آپ کی سچی باتوں کو جھوٹ کے ساتھ تعبیر کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتا تھا وہ عبداللہ ابن سبا تھا۔ (اس کے بعد کہا) بعض علماء نے کہا ہے کہ عبداللہ ابن سبا یہودی تھا۔ پھر اسلام ظاہر کیا اور حضرت علی کے تولّی اور ان کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ جب یہودی تھا تو حضرت یوشع ابن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی (خلیفہ بلا فصل) کہنے میں غلو کرتا تھا اور اپنے اسلام کی حالت میں کہتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

Marfat.com

بعد حضرت علی وصی (خلیفہ بلا فصل) ہیں
اور سب سے پہلے جس شخص نے رفض
کے ساتھ حضرت علی کی امامت بلا فصل
کا قول کیا ہے۔ وہ یہ عبداللہ ابن سبا تھا۔
(پھر کہا) اسی وجہ سے جو شخص بھی شیعہ کا
مخالف ہے وہ یہی کہتا ہے کہ تشیع و رفض
کی جڑ یہودیت ہے۔

چونکہ اس تحریر سے میرا مقصد صرف مخلصانہ مشورہ ہے اور اہل بصیرت حضرات کی خدمت میں غور و فکر کرنے کی درخواست ہے۔ اگر اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں تو ان کو ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چند ملفوظات اور سناؤں اور یہ مشورہ دوں کہ ائمہ معصومین چونکہ کذب اور جھوٹ سے مبرا اور منزہ ہیں اس لئے ان کے کلام کو سچا جان کر اس پر ایمان لائیں۔ رجال کشی صفحہ نمبر ۱۹۳۔

قال ابوالحسن علیه السلام ما انزل الله سبحٰنه ایة فی المنافقین الا و هی فی من ینتحل الشیعة۔ الخ

یعنی امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ نے جو آیات بھی منافقین کے بارے میں نازل فرمائی ہیں تو ان منافقین سے مراد صرف وہی لوگ ہیں جو اپنے آپ کو شیعہ بیان کرتے ہیں۔

در حقیقت تقیہ سے زیادہ وجہ تشبیہ اور ہو ہی کیا سکتی ہے۔

اسی طرح کتاب کافی کتاب الروضہ ص ۱۰۷ میں ہے۔ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر میں اپنے شیعوں کو باقی لوگوں سے جدا کروں تو صرف زبانی وصف کرنے والے ہی پاؤں گا اور اگر میں ان کے ایمان کا امتحان لوں تو تمام کے تمام مرتد دیکھوں گا اور اگر میں اچھی طرح چھان بین کروں تو ہزار میں سے ایک بھی نہ ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم علی کے شیعہ ہیں۔ حقیقۃً علی کا شیعہ وہی ہے جو ان

Marfat.com

کے قول و فعل کو سچا جانتا ہے۔" اور رجال کشی ص ۱۹۴ میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "یہ ایسی قوم ہے جو گمان کرتی ہے کہ میں ان کا امام ہوں۔ خدا کی قسم مین ان کا کوئی امام نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ اللہ کے ملعون ہیں۔ جتنی دفعہ بھی میں نے عزت کا سامان مہیا کیا' تو ان لوگوں نے اس کو خراب کیا ہے۔ اللہ ان کی عزت کو خراب کرے۔ میں کچھ کہتا ہوں تو یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ میری مراد ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ میں صرف انہی لوگوں کا امام ہوں جن لوگوں نے میری صحیح معنی میں تابعداری کی ہے۔" اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹۸ میں ہے کہ "امام جعفر صادق صاحب فرماتے ہیں کہ رات کو جب سوچتا ہوں تو سب سے زیادہ دشمن انہی لوگوں کو پاتا ہوں جو ہماری محبت و تولیٰ کا دم بھرتے ہیں۔"

اب تھوڑا سا غور اس بات پر بھی کر لیں کہ امام عالی مقام سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو کن لوگوں نے شہید کیا اور وہ کون تھے جنہوں نے مکر و فریب کے ساتھ لاتعداد دعوت نامے لکھے تھے۔

احتجاج طبری ص ۱۵۷ حضرت سیدنا امام زین العابدین کوفیوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم نہیں جانتے کہ تم ہی لوگوں نے میرے والد ماجد کی طرف خط لکھے اور تم ہی نے ان سے دھوکا کیا اور تم ہی لوگوں نے اپنی طرف سے عہد و پیمان باندھے' بیعت کی اور تم ہی لوگوں نے ان کو شہید کیا اور ان کو تکلیفیں دیں۔ پس جو ظلم تم نے ... نے ان کی وجہ سے ہلاکت ہے تمہارے لئے اور تمہارے برے ارادوں کے لئے۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کس آنکھ سے دیکھو گے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں گے تم نے میری آل کو قتل کیا اور میرے خاندان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ پس تم میری امت سے نہیں ہو۔ اور کتاب کشف الغمہ ص ۱۸۷ پر اہل کوفہ کے دعوت ناموں کی بعینہ عبارت کی نقل موجود ہے ملاحظہ فرماویں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	یعنی حضرت حسین ابن علی امیر المؤمنین
للحسین ابن علی امیر المؤمنین من	کی طرف ان کے شیعوں اور ان کے والد

Marfat.com

شيعته و شيعة ابيه اميرالمؤمنين سلام الله عليك اما بعد فان الناس منتظروك ولا رأى لهم غيرك فالعجل العجل يا ابن رسول الله والسلام عليك۔

ماجد کے شیعوں کی جانب سے یہ دعوت نامے ہیں آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔ اس کے بعد گزارش ہے کہ لوگ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور آپ کے بغیر ان کی نگاہ کسی پر نہیں پڑ رہی۔ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خانوادہ! جلد از جلد تشریف لایئے (تاکہ یہ انتظار بھی ختم ہو)

کتاب مجالس المؤمنین ص ۲۵۰ کی عبارت بھی ملاحظہ ہو کہ کوفہ میں کون لوگ تھے جنہوں نے دعوت نامے بھیجے۔

وبالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت بہ اقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج بدلیل است

یعنی اہل کوفہ کا شیعہ ہونا محتاج دلیل نہیں بلکہ بدیہی امر ہے اور اہل کوفہ کا سنی ہونا اصل ونقل کے خلاف ہے۔

اب ذرا ان کوفیوں کے متعلق اور محبت وتولّی کے علمبرداروں کے متعلق امام عالی مقام سیدنا زین العابدین رضی اللہ عنہ کا دوسرا ارشاد بھی سن لیں۔ کتاب مناقب المعصومین ص ۵۲ مطبوعہ ایران۔ "اے شیعان اے محبان لعنت خداو لعنت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بر تمامی اہل کوفہ وشام باد۔" یعنی اے شیعو اے محبو! اللہ کی لعنت اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لعنت تم تمام اہل کوفہ وشام پر ہو۔"

غالباً ائمہ کرام کی جن روایات کو ظاہر کرنا ذلت کا موجب تھا اور جن کو چھپانے کے متعلق بانیان مذہب شیعہ نے تاکیدیں کی تھیں اور اس بارے میں روایتیں گھڑی تھیں وہ یہی ائمہ کرام کی حدیثیں ہیں جن کا نمونہ پیش کر چکا ہوں۔ واقعی اگر ائمہ کرام کے یہ ارشادات لوگوں کو سنائے جائیں تو کون بے وقوف شیعہ مذہب اختیار کریگا۔

تفسیر قمی ص ۳۴ مطبوعہ ایران میں تحت آیت کریمہ:

"اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَ وُ الْعَذَابَ

Marfat.com

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الاَسْبَابُ ط وَ قَالَ الَّذِيْنَ اتَّبعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّؤُاْ مِنَّا كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ؏

امام جعفر صادق صاحب اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اذا كان يوم القيمة تبرأ كل امام من شيعة و تبرأت كل شيعة من امامها۔" — جب قیامت کا دن ہو گا تو ہر امام اپنے شیعہ سے بری ہو گا اور ہر شیعہ اپنے امام سے بری ہو گا۔ اور ان پر تبرا کرے گا۔"

اسی طرح یہی روایت امام جعفر صادق صاحب سے اصول کافی ص ۲۴۷ پر موجود ہے۔ وغیر ذلك مالا تحاط بالحدو لا تنتهي بالعد۔

اب ظاہر ہے کہ ائمہ صادقین کے ارشادات اور یہ حدیثیں اہل تشیع کے لئے ظاہر کرنا موت کا پیغام تھا تو ان کو چھپانے کے لئے کیوں نہ تقیہ کے باب باندھے جاتے۔

حضرات! ان روایات کا نمونہ جو میں نے پیش کیا ہے' اس سے اہل تشیع کے مذہب کی ایک جہت سے تائید بھی ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنے اماموں کے ارشادات کو خوب چھپایا اور خوب ان پر پردہ ڈالا کہ ائمہ صادقین پر اتہام تقیہ لگا کر ان کے کسی قول اور فعل کو یقین کے قابل نہ چھوڑا اور ان کے ارشادات کے خلاف ایک مذہب گھڑ کر ان پر پردہ ڈال دیا۔ مگر جس طرح اہل تشیع کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو چھپانا فرض ہے اسی طرح اہل السنۃ کے مذہب میں صحیح اور سچی بات کو ظاہر کرنا فرض ہے اس لئے مجبوراً ظاہر کی ہیں اور وہ بھی بہت کم تاکہ اہل تشیع حضرات برا نہ منائیں۔ ورنہ سخن بسیار است۔

صاحب کشف الغمہ نے اہل السنّت غریبوں کو تو اس اتہام سے کو۔ما کہ وہ ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے روایتیں نہیں لیتے بلکہ ان کی روایات کو پھینک دیتے ہیں۔ (نقل کفر کفر نباشد) اس لئے ائمہ طاہرین کی روایات شیعان و محبان کی مستند و معتبر کتابوں سے ہی لینا پڑیں۔ تاکہ شیعان اور محبان سیاہ پوشان تو کم از کم ائمہ کرام کے ارشادات اور ان کے فرامین کو سچا مانیں اور ان پر ایمان لا کر صحیح نصب العین مقرر

Marfat.com

فرماویں اور ائمہ طاہرین معصومین صادقین کی تصریحات کے خلاف خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں من گھڑت قصے کہانیوں کی بنا پر غاصب یا ظالم کہنا چھوڑ دیں۔

خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قطعی اور یقینی علم ہر لحاظ سے ائمہ صادقین ہی کو ہو سکتا ہے۔ ان کے ارشادات کو دیکھیں جو خلفائے راشدین کے مناقب میں خود اہل تشیع کی مستند و معتبر کتابوں میں حد و حساب سے باہر ہیں جن کا نمونہ عرض کر چکا ہوں۔ جن کے اعمال ناموں کے ساتھ مولا علی رشک فرماویں' جن کو حضرت علی امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام فرماویں' جن کے متبعین کو صراط مستقیم پر پکا یقین فرماویں' جن کی اتباع کو سراسر ہدایت یقین فرماویں ان تمام ارشادات کے برعکس ان کو ظالم اور غاصب کہنا سراسر حضرت علی المرتضیٰ اور باقی ائمہ کی تکذیب ہی ہے۔ اسکے سوا انصاف سے بتائیے اور کیا ہے؟ جہلا اور ان پڑھ و ناواقف لوگوں کو باغ فدک کے قصے گھڑ کر سنانا اور ان کو ائمہ صادقین کے صریح غیر مبہم اور واضح ارشادات سے منحرف کرنا چھوڑ دو۔ غور سے سنئے فدک کے متعلق اصول کافی ص ۳۵۱۔

و كانت فدك لرسول الله صلى الله عليه وسلم خاصة لانّه فتحها و امير المومنين لم يكن معهما احدٌ فزال عنه اسم الفئ ولزمها اسم الانفال	یعنی فدک صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا کیونکہ اس کو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فتح کیا تھا اور امیر المؤمنین نے جن کے ساتھ اور کوئی نہیں تھا تو اس کا نام فئ نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا نام انفال ہے۔

اب یہ تحقیق کہ اس غزوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز حضرت علی کے اور کوئی صحابی نہ تھا' واقف حال حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ سردست صرف اتنی گزارش کرتے ہیں کہ کافی کی تصریح سے اتنا تو واضح ہو گیا کہ فدک فئ نہیں تھا' بلکہ انفال تھا۔ تو اب انفال کے متعلق حضرت امام عالی مقام جعفر صادق رضی اللہ

Marfat.com

عنہ کا واضح اور کھلا فیصلہ ملاحظہ فرمالیں۔ اصول کافی صفحہ نمبر ۳۵۲۔

قال الانفال مالم یوجف علیه بخیل ولا رکاب او قوم صالحوا او قوم اعطوا بایدیهم و کل ارض خربه او بطون او دیة فهو لرسول الله صلی الله علیه وسلم و هو للامام بعده یضعه حیث یشاء۔

امام عالی مقام انفال کی تعریف اور اس کا حکم بیان فرماتے ہیں کہ انفال وہ ہوتا ہے جس کا حصول فوج کشی کے ساتھ نہ ہو یا دشمن جنگ کی مصالحت پر پیش کرے یا ویسے کوئی قوم حکومت اسلامیہ کو اپنے اختیار سے دے یا وہ زمین جو لاوارث غیر آباد چلی آتی ہو یا دریاؤں اور پہاڑی نالوں کا پیٹ ہو تو یہ سب انفال ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں انفال کے واحد مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے بعد جو امام اور خلیفہ ہو گا وہی مالک ہو گا۔ جس طرح چاہے اس کو خرچ کرے۔

اسی طرح فروع کافی صفحہ نمبر ۴۲۶ ملاحظہ فرماویں اور اصول کافی ص ۳۵۱ پر بھی فدک کو انفال ثابت کیا گیا ہے۔ تو فدک کا انفال ہونا جب تسلیم کر لیا گیا اور انفال کے متعلق یہ تسلیم کر لیا گیا کہ امام اور خلیفہ اس کے تصرف میں مختار عام ہے اور خلفائے راشدین کی امامت بہ حوالہ شافی و تلخیص الشافی و نہج البلاغۃ و ابن میثم وغیرہ ثابت اور محقق ہو چکی ہے اور بحوالہ کشف الغمہ ان کی صدیقیت اظہر من الشمس ہے اور بحوالہ ابن میثم و نہج البلاغۃ و کافی وغیرہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا ثابت ہو چکا ہے اور حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے غیر مستحق خلیفے کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کا فتویٰ قیامت تک نہ مٹنے والے نقوش کے ساتھ دے دیا ہے تو پھر ان ائمہ ہدیٰ نے اگر فرض بھی کر لیں کہ حسب ادعاء شیعہ فدک کو تقسیم نہیں فرمایا

Marfat.com

تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ صادقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عین مذہب و عین دین کے مطابق عمل فرمایا۔ پھر ظلم و غصب کے اتہامات کس قدر لغو اور بے معنی ہیں۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اور امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اور امام عالی مقام سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور امام سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور امام سیدنا محمد باقر رضی اللہ عنہ اور امام عالی مقام سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی تو یہی سنت اختیار فرمائی۔ اور فدک کا تقسیم کرنا جائز نہ سمجھا۔ اسی طریقے پر عمل درآمد فرمایا جس طریقے پر کہ خلفائے راشدین نے فرمایا تھا۔

یقین نہ آئے تو اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب کشف الغمہ صفحہ نمبر ۱۴۷' سطر نمبر ۲۳ ملاحظہ فرماویں کہ سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنو امیہ نے فدک کو تقسیم کیا مرقوم ہے۔

اہل السنّت والجماعت پر اعتراض کرنے سے پہلے اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے متعلق واقفیت ضروری ہے۔ ذاکرین اہل تشیع جب اپنے اصول مذہب سے ناواقف ہیں تو اہل السنّت والجماعت کے اصول کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں؟ میاں! اہل السنّت والجماعت کے مذہب کا اصل الاصول یہ ہے کہ حدیث کی صحت یا ضعف' راوی کی صحت یا ضعف پر موقوف ہے۔ اگر حدیث کا راوی صحیح العقیدہ' سچا' صحیح حافظہ والا ہے تو اس کی روایت کو صحیح مانا جائے گا ورنہ وہ روایت ضعیف کہلائے گی۔ اب فدک والی روایت میں ایک شخص محمد بن مسلم ہے جس کو ابن شہاب زہری بھی کہتے ہیں۔ صرف یہی راوی یہ روایت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا کوئی شاہد نہیں۔ اور یہ ابن شہاب زہری اہل تشیع کی اصول کافی میں بیسیوں جگہ پر روایتیں کرتا نظر آتا ہے اور اہل تشیع کی فروع کافی نے تو اس کی روایتوں کے بل بوتے پر کتاب کی شکل اختیار کی ہے۔ تو بھائیو! اہل تشیع کے اس قدر مشہور و معروف کثیر الروایت آدمی کی روایت سے اہل السنۃ پر الزام قائم کرنا اور ائمہ صادقین کو جھٹلانا عجیب نظر و فکر ہے۔ اگر اہل تشیع کے راویوں کی روایات اہل السنّت کے لئے قابل توجہ ہوتیں تو پھر بخاری ہو یا کافی کلینی اس میں کیا فرق تھا؟ آپ

Marfat.com

کی مزید تسلی کے لئے اسی محمد بن مسلم بن شہاب زہری صاحب کو کتاب منتہی المقال یا رجال بو علی میں شیعوں کی صف میں بے نقاب بیٹھا ہوا دکھاتے ہیں۔ دیکھو کتاب رجالِ بو علی جہاں صاف لکھا ہوا ہے کہ محمد بن مسلم بن شہاب زہری شیعہ ہے۔ تو فدک کا جھگڑا اب تو ختم کرو ہم تو ابن شہاب زہری کو اچھا ہی سمجھتے اگر گھر کے بھیدی یہ بھید نہ کھولتے۔ اس کے باوجود بھی اس کی روایت پر غور کرتے اگر کوئی ایک دوسرا بھی اس کے ساتھ مل کر شہادت دیتا۔ اہل السنّت والجماعت غریب اس قدر مظلوم ہیں کہ ان کے مذہب کے خلاف اگر کوئی شیعہ اور وہ بھی اکیلا روایت کرے تو اس کو اہل سنت پر بطور الزام پیش کیا جاتا ہے۔ اوز اہل تشیع اس قدر بااختیار ہیں کہ ان کی اپنی کتابوں میں ائمہ معصومین کی سند سے کوئی حدیث بیان کی جائے تو ان کو یہ کہنے میں کچھ تامل نہیں ہوتا کہ یہ امام اکیلے روایت کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شاہد نہیں لہٰذا یہ خبر احاد ہے اور قابل اعتبار نہیں۔ (دیکھو تلخیص الشافی جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۴۲۸ مطبوعہ نجف اشرف۔ یہ عبارت گزر چکی ہے)۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام   وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

اب رہا یہ سوال کہ اہل سنت کی کتاب میں شیعہ صاحب نے روایت کو کیسے لکھ دیا تو اس کے جواب میں ہمارا صرف یہ کہنا کہ ہمیں پتہ نہیں چلنے دیا کافی ہو سکتا ہے۔ میاں! جب پہلے زمانہ میں نہ چھاپہ خانے تھے نہ کاپی رائٹ محفوظ کرائی جاتی تھی۔ قلمی کتابیں تھیں ہر شخص نقل کر سکتا تھا۔ علی الخصوص وہ لوگ جن کا مذہب و دین ہی تقیہ و کتمان ہو نہایت آسانی کے ساتھ تشریف لا سکتے تھے اور علمائے اسلام کے نہایت محب بن کر ان کی کتابوں میں حسب ضرورت کارستانیاں کر سکتے تھے۔ اس پر بھی ثبوت کی ضرورت ہو تو قاضی نور اللہ شوشتری کی مشہور ترین کتاب مجالس المؤمنین ص ۲ مطالعہ فرمالیں کہ "ہم لوگ شروع شروع میں سنی حنفی شافعی مالکی حنبلی بن کر اہل سنت کے استاد اور ان کے شاگرد بنے رہے۔ ان سے روایتیں لیتے تھے۔ ان کو حدیثیں سناتے تھے اور تقیہ کی آڑ میں اپنا کام کرتے رہے۔" کتاب ایران کی چھپی ہوئی ہے اور فارسی زبان میں ہے۔

Marfat.com

ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے۔ تو یہ کیا مشکل تھا کہ اسی آڑ میں کسی غریب سنی کی کتاب میں یہ کار فرمائی بھی کر لی ہو۔

شاہ ولی اللہ صاحب کے حوالہ سے کہنا کہ انہوں نے بخاری شریف کی تمام روایات کو بر حق اور صحیح ہی تسلیم فرمایا ہے غلط اور جھوٹ ہے۔ شاہ صاحب مرحوم فقط مرفوع حدیث کے متعلق صحت کا دعویٰ کرتے ہیں اور باغ فدک کی تقسیم نہ کرنے کی روایت مرفوع نہیں۔ مرفوع حدیث صرف وہی ہوتی ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اقدس میں کوئی عمل ملاحظہ فرمانے کے بعد اسکو جائز اور بر قرار رکھا ہو۔ دیکھو فن حدیث شریف کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات) اور فدک کے متعلق روایات بعد کے واقعات پر مشتمل ہو سکتی ہیں۔ اگر ہم اہل تشیع کے اس راوی کو سچا بھی مان لیں اور غیر مذہب ہونے کے باوجود اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھ بھی لیں اور یہ بھی تسلیم کریں کہ خود ہم نے اس کی روایت کو اپنی کتاب میں لکھا ہے تو پھر بھی ہمارے اصول کے مطابق بلکہ اہل تشیع کے اصول کے مطابق بھی یہ روایت قابل حجت نہیں۔ کیونکہ صرف ایک راوی ہے لہٰذا خبر احاد ہے اور خبر احاد حجت نہیں ہوتی۔ اہل السنّت کے اصول کو نظر انداز کر کے خود اہل تشیع کے امام الطائفہ ابو جعفر طوسی کی کتاب تلخیص الشافی' جلد نمبر ۲' صفحہ نمبر ۴۲۸ کا مطالعہ کریں جہاں صاف لکھا ہے کہ خبر احاد نا قابل حجت ہوتی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور غریب اہل السنّت والجماعت ائمہ کرام کی روایات کو تو سر آنکھوں پر تسلیم کرتے ہیں۔ اور اگر کسی غیر مذہب کی منفرد روایت کو بھی اس طرح تسلیم کریں کہ جس کے تسلیم کرنے سے تمام ائمہ طاہرین کی بھی تکذیب لازم آتی ہو' شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی برا عقیدہ لازم آتا ہو تو بھائی ہمیں اس کج روی سے معاف رکھئے۔ ہم سے یہ توقع رکھ کر ہم پر الزام قائم نہ کریں۔ ہمارا اتنا حوصلہ نہیں ہم تو اس قصے کو الف لیلیٰ سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ فدک کے متعلق مزید تحقیق دیکھنا چاہیں تو کتاب "بینات"۔ مولفہ جناب سید محمد مہدی

Marfat.com

علی خاں صاحب تحصیلدار مرزا پور جلد دوم مطالعہ فرمادیں۔ حقیقت ہے کہ **تحصیل دار** صاحب موصوف کے دلائل اور بحث نہایت محققانہ اور فاضلانہ ہے۔ جن دلائل کو اور جس بحث کو صاحب موصوف نے قلمبند فرمایا ہے۔ انہی کا حصہ ہے۔

تحصیلدار صاحب کی وسعت نظر اور ان کی مبصرانہ بحث قابل تحسین ہے۔

میں گزارش کر رہا تھا کہ ائمہ معصومین کی تصریحات کے بالمقابل اس قسم کی روایات گھڑنا اور ان کے صریح ارشادات کے معانی و مطالب میں غلط تصرفات اور نامعقول تبدیلیاں کرنا اور بعید از قیاس مفہومات بیان کر کے اللہ کے مقدس گروہ کے شان میں سب و شتم کے لئے منہ کھولنا حد درجہ جسارت اور گستاخی معاف کریں۔ حد درجہ بے ایمانی ہے۔ اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے خلاف اعتراض کرنے اور ان پر کوئی بھی الزام لگانے سے پیشتر یہ ضرور مد نظر رکھا جائے کہ ان کے مذہبی اصول کیا ہیں۔ اہل السنّت والجماعت کے سامنے کوئی بھی روایت پیش کی جائے تو سب سے پہلے ان کی نگاہیں سند تلاش کرتی ہیں۔ سند کے تمام اشخاص ان کی کتب اسمائے رجال کی تصریح کے مطابق اگر اہل السنّت سچے' راست باز' صحیح حافظہ والے ثابت ہو جائیں تو پھر بے دھڑک ان پر ایسی روایات کو بطور الزام پیش کیا جا سکتا ہے اور اگر سند میں ایک راوی بھی بد مذہب جھوٹا سیئ الحفظ' دھوکا دینے والا ثابت ہو جائے تو اس روایت کو الزام دینے والے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہب اس قسم کی روایات پر مبنی نہیں۔ فرض بھی کر لیں کہ اس قسم کی روایات اہل السنّت کی کتابوں میں کسی تقیہ باز کی کرم فرمائی کی وجہ سے درج ہوں۔ مگر ان کی نگاہ امتیاز سے ہر وقت پچنا چاہئے۔

اتقوا من فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے)

بلکہ اہل السنۃ کے ہاں روایت کی جانچ اور پڑتال کے لئے علاوہ علم الاسناد کے حدیث متواترہ اور قرآن کریم بھی ہے کہ جو روایت قرآن حکیم اور احادیث متواترہ کے برخلاف ہو گی اس کو ناقابل عمل اور ناقابل تسلیم کا درجہ دیتے ہیں خواہ ایسی روایات کی سند کے

Marfat.com

متعلق کسی قسم کا تبصرہ نہ بھی کیا گیا ہو۔ غرضیکہ صداقت و سچائی و راست بازی کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور اسی کو ہر روایت و درایت کا مبنیٰ علیہ یقین کرتے ہیں اور اس پر ان کے مذہب کی بنا ہے۔

کاش اہل تشیع بھی کم از کم ایسے لوگوں کی روایت پر عمل کرتے جن کو ائمہ صادقین نے ان کی اپنی کتابوں میں کذاب (بڑا جھوٹا) وضاع (من گھڑت روایات گھڑنے کا عادی) لعنتی وغیرہ کلمات کے ساتھ سرفراز نہیں فرمایا تو مجھے یقین کامل ہے کہ شیعہ سنی نزاع دیکھنے میں نہ آتا۔ مثلاً اہل تشیع کی مخصوص روایتوں کے راویوں کو رجال کشی وغیرہ میں دیکھئے اور میری اس گزارش کی تصدیق کیجئے اور جن راویوں کے متعلق ائمہ معصومین نے مندرجہ بالا کلمات نہیں فرمائے تو ان کی روایتیں کلیۃً نہیں تو بالاکثریت اہل السنّت والجماعت سے ملتی جلتی ہیں جن کو بغرض خیر خواہی اہل تشیع کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے اور باقی علماء حضرات بھی پیش کرتے رہتے ہیں۔

عقائد کے متعلق تو نمونہ کے طور پر بعض روایتیں پیش کی گئی ہیں۔ اعمال کے متعلق بھی ایک روایت مثال کے طور پر پیش کی جاتی ہے جو نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں فروع کافی جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۵، پر درج ہے۔

عن محمد بن مهاجر عن امه ام سلمه قالت سمعت ابا عبدالله علیه السلام یقول کان رسول الله صلی الله علیه واله وسلم اذا صلی علی المیت کبرو تشهد ثم کبر ثم صلی علی الانبیاء و دعا ثم کبّر الرابعة و دعا للمیت ثم کبر وانصرف فلما نهاه الله عزّوجل عن الصلوٰة علی المنافقین کبروا تشهد ثم کبّر و صلی علی النبین صلی الله

یعنی حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت محمد ابن مہاجر اپنی والدہ ماجدہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شروع میں) جب میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے پھر شہادت پڑھتے تھے پھر دوسری تکبیر کے بعد انبیاء علیہم السلام پر درود شریف پڑھتے تھے اور دعا مانگتے تھے۔

Marfat.com

علیهم ثم کبر فدعا المؤمنین ثم کبّر الرابعة ولم یدع للمیّت۔

پھر چوتھی تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا مانگتے تھے پھر پانچویں تکبیر کے بعد سلام پھیرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا تو اس کے بعد ہمیشہ جنازہ میں چار تکبیر پڑھتے تھے۔ اس ترکیب کے ساتھ کہ پہلی تکبیر کے بعد شہادت' دوسری تکبیر کے بعد درود شریف تیسری تکبیر کے بعد مؤمنین (واحیاء و اموات) کیلئے دعا فرماتے تھے۔ چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیرتے تھے۔ ۱۲

اب منافقوں پر پانچ تکبیریں اور مؤمنین پر چار تکبیریں پڑھا جانا اس … مومنین کی روایت سے کس طرح واضح ہے اور امام عالی مقام کی روایت سے روز روشن … بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ جب منافقین پر نماز جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا گیا تو اس کے بعد ہمیشہ چار تکبیریں ہی پڑھی جاتی تھیں۔ منافقوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے اس آیہ کریمہ کے ذریعہ منع فرمایا گیا۔

ولا تُصلّ علیٰ اَحدٍ مِنھُمْ مَّاتَ اَبدًا۔ (کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کبھی کسی منافق پر نماز جنازہ نہ پڑھیں)۔

اب اہل تشیع نے جو پانچ تکبیریں اپنے مذہب میں رائج کر رکھی ہیں اس کی … سمجھ میں آسکتی ہے کہ اہل تشیع کے اسلاف نے اپنے میتوں پر … نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کو اپنا لیا اور جب منافقین پر نماز جنازہ ممنوع ہوئی تو اہل تشیع کے اسلاف حسب

Marfat.com

ارشاد باری عزاسمہ' فَلَعَرَفْتَہُمْ بِسِیْمٰہُمْ تقیہ کے پردے میں نہ چھپ سکنے کی وجہ سے غالباً غیر حاضر رہتے ہوں گے۔

اسی لئے جوانہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھی اسی کو جائز نہ سمجھا تاہم ائمہ صادقین کے ارشاد پر ان کو اور نہیں تو تقیۃً ایمان لانا چاہئے تھا اور بظاہر اس پر عمل کرتے ہوئے چار تکبیریں ہی نماز جنازہ میں پڑھتے مگر منشی قضاو قدر نے ان دو قسموں کی نماز جنازہ کو ان دونوں فرقوں کی قسمت میں الگ الگ لکھ دیا ہے۔ ورنہ مؤمنین پر چار تکبیر والی نماز جنازہ خود اہل تشیع کی معتبر کتاب کافی میں ائمہ معصومین سے مروی ہے اور اسی پر ہمیشہ کا معمول رہنا فرمایا گیا ہے جیساکہ امام صادق کی حدیث میں واضح طور پر موجود ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے۔ اب تقدیر کو تدبیر کیسے بدل سکتی ہے؟

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے فرزندوں دلبندوں کے نام مبارک ابوبکر' عمر' عثمان رکھے ہیں۔ اور اہل تشیع کی تقریباً ہر کتاب میں جہاں بھی ائمہ معصومین کی اولاد معصومین کا بیان اور ان کے اسمائے گرامی کا ذکر آتا ہے یہ حقیقت واضح ہے۔

جلاء العیون مصنفہ باقر مجلسی میں بالتصریح موجود ہے اور کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲' ۲۲۴ پر حضرت سیدنا امام عالی مقام علی کرم اللہ وجہہ کے ایک صاحبزادے کا نام مبارک ابوبکر' دوسرے کا نام مبارک عمر' تیسرے کا نام مباک عثمان موجود ہے۔ اور یہ بھی تصریح ہے کہ یہ تینوں حضرات اپنے بھائی کے ساتھ میدان کربلا میں شہید ہوئے۔ جلاء العیون میں ہے کہ امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک فرزند کا نام عمر ہے جو علی اکبر کے نام سے مشہور تھے۔ کشف الغمہ ص ۱۷۱ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادے کا نام مبارک ابوبکر' دوسرے کا نام مبارک عمر ہے۔ کشف الغمہ ص ۲۰۰ میں ہے کہ امام عالی مقام سیدنا علی بن الحسین زین العابدین رضی اللہ عنہم کے ایک صاحبزادے صاحب کا نام مبارک عمر ہے۔ کشف الغمہ ص ۲۴۳ میں امام عالی مقام ابو الحسن موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہما کے ایک صاحبزادہ

Marfat.com

صاحب کا نام مبارک ابو بکر ہے دوسرے کا نام مبارک عمر ہے۔

وقت تحریر چونکہ میرے پاس جلاء العیون موجود نہیں ورنہ اس کے صفحات بھی درج کرتا۔ صفحات یاد نہیں ہیں۔ علماء حضرات کتاب دیکھ کر صفحات لگالیں۔

کتاب ناسخ التواریخ میں ہر ایک امام کے فرزندوں کے نام اور ان کے فرزندوں کے فرزندوں کے نام حتیٰ کہ کئی پشتوں تک ابو بکر' عمر' عثمان ہیں۔

اب جن مقدس ہستیوں نے اپنے فرزندوں کے نام ابو بکر' عمر' عثمان رکھے تھے بہر صورت وہی ہستیاں ان کے مراتب اور فضائل سے زیادہ واقف ہو سکتی ہیں نہ کہ ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد آنے والے لوگ بلکہ (اگر گستاخی نہ ہو تو) ایسے لوگ جو قرآن کریم کی کسی آیت کا صحیح ترجمہ کرنا تو بجائے خود صحیح تلاوت بھی کرنے سے نابلد ہیں۔ علوم عربیہ پر مہارت تو بڑی چیز ہے نام کے واقف بھی نہیں تو ایسے لوگوں کو یہ حق کہاں سے پہنچتا ہے کہ ائمہ دین کے واضح طرز عمل کے خلاف ان تصریحات کے مناقض و بر عکس خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعلیٰ وارفع شان کے متعلق کوئی نظریہ قائم کریں اور اسی من گھڑت عقیدے کے ماتحت اللہ کے مقبولوں کے نام لے لے کر ان کے حق میں سب بکنا عبادت تصور کریں۔ اتنا تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اپنی اولاد کا نام بہتر سے بہتر رکھا جاتا ہے۔ آئندہ اولاد کی قسمت نام رکھنے میں تو ایک غریب سے غریب آدمی بھی بچے کا نام شاہجہان رکھنا ہی پسند کرتا ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی اپنے فرزند دلبند کا نام ایسا رکھا ہو جس کو وہ برا مانتا ہے۔ مثال کے طور پر کوئی بڑے سے بڑا محب اپنے لڑکے کا نام ابن زیاد' شمر یا یزید نہیں رکھ سکتا تو تمام ائمہ کرام اپنے فرزندوں دلبندوں کے نام ایسے کیوں رکھ سکتے تھے جن کو وہ اچھا نہ جانتے ہوں۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک ابو بکر' عمر' عثمان انتہا درجہ فضل و کمال' تقدس اور رفعت شان پر فائز ہستیاں تھیں جیسا کہ پہلے اوراق میں ائمہ معصومین کی تصریحات کو بطور نمونہ پیش بھی کر چکا ہوں اگرچہ اہل عقل کے نزدیک ائمہ معصومین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اپنے فرزندوں کا نام ان مقدس ہستیوں کے نام پر رکھنا ان کے علو مرتبت و

Marfat.com

رفعت شان کے لئے بڑی زبردست دلیل ہو سکتی ہے۔ مگر ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اہل تشیع کی معتبر ترین کتابوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ ائمہ طاہرین کے نزدیک کسی ایسے آدمی کا نام اپنی اولاد کے لئے تجویز کرنا جس پر اللہ تعالیٰ خوش نہ ہو۔ یہ ہرگز جائز نہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو کشف الغمہ ص ۲۴۴ جہاں امام حضرت ابوالحسن موسیٰ رضا اور امام جعفر صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں اپنے ایک شیعہ "یعقوب سراج" کو حکم دے رہے ہیں کہ کل جو تو نے اپنی لڑکی کا نام رکھا ہے جلد اس کو بدل لو کیونکہ یہ ایسے آدمی کا نام ہے جس پر خدا خوش نہیں۔ تو جو دوسروں کی اولاد کا نام بدلنے کا حکم دے رہے ہیں وہ اپنے فرزندوں کے نام ایسے کیوں تجویز کرتے جو اللہ کے پیارے نہیں تھے اور جن کو وہ بہتر نہیں جانتے تھے۔ کئی دوستوں نے ایک عجیب لطیفہ سنایا کہ شہر سرگودھا میں ایک آنکھوں کے ڈاکٹر ہیں جن کے پاس جب کوئی ایسا مریض۔ آجاتا ہے جس کا نام صدیق یا عمر یا عثمان ہو تو پہلے تو اس کو زیر علاج رکھنے سے ہی انکار کر دیتے ہیں اور اگر کوئی ناقابل رد سفارش لے جاتا ہے تو پھر اس غریب کو ہیشہ کے لئے آنکھ کے مرض سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس قسم کے آئی اسپیشلسٹ محب ائمہ معصومین کے زمانہ میں علاج کی خدمات پیش نہ کر سکے ورنہ ان نور دیدۂ ائمہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ناگزیر تھا۔ جونہی وہ مقدس ہستیاں اپنا نام ابوبکر یا عمر یا عثمان بتاتیں ادھر دست محبت شان محبت کا مظاہرہ کر گزرتا۔ ایسے ڈاکٹر صاحب کا یہ نظریہ بھی خالی از حکمت نہیں۔ کیونکہ ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کو آنکھ کے ساتھ نسبت بھی تو ہے۔ دیکھئے اہل تشیع کی معتبر ترین کتاب معانی الاخبار مطبوعہ ایران، ص ۱۱۰، جہاں امام عالی مقام حسن رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ابوبکر میری آنکھ ہے۔ عمر میرے گوش مبارک ہیں، عثمان میرا دل منور ہے۔" اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام مطبوعہ ایران، ص ۱۶۴، ص ۱۶۵، کہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ابوبکر بمنزلہ میری آنکھ کے ہے۔" تو ایسی صورت میں محبت و تولیٰ کا سارا مظاہرہ آنکھ ہی کے متعلق پیش کرنا زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

Marfat.com

حضرات! انتہائی تعجب ہوتا ہے کہ جو لوگ اپنے روزمرہ مشغلہ کے متعلق بھی تاریخ سے اس قدر بے خبر ہیں کہ انہیں ائمہ معصومین کے نام تک معلوم نہیں ان کے واضح ترین طرز حیات و تصریحات اور لائحہ عمل تو درکنار محض جہالت پر مبنی ایک خود ساختہ دھرم پر کیوں اتر آئے ہیں۔ چونکہ صاحب کشف الغمہ نے اہل السنت والجماعت کے متعلق بڑے شدومد کے ساتھ اتہام باندھا تھا کہ وہ ائمہ معصومین کی روایات کو نہیں مانتے۔ اسی خوف سے میں نے اہل تشیع ہی کی معتبر ترین کتابوں کو حاصل کیا اور ان سے صرف وہی روایتیں، جو ائمہ طاہرین معصومین سے ہیں۔ اور جن کے متعلق یقین کامل ہے کہ محبت و تولّی کا دم بھرنے والے ایسی روایتوں کو سر آنکھوں پر رکھیں گے اور دیکھتے ہی ایمان لائیں گے۔ اہل عقل و انصاف کی خدمت میں پیش کی ہیں۔

یہ رسالہ گویا کلمۂ باقیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور فرمائے اور اپنے مقبولین کے طفیل اہل انصاف و دانش کو اس سے ہدایت بخشے اور مجھ غریب کو جزائے خیر سے سرفراز فرماوے۔ آمین ثم آمین۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلاَّ بِاللهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ وَلاَ حَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

فقیر **محمد قمر الدین** سیالوی غفر اللہ لہ'

سجادہ نشین آستانہ اقدس سیال شریف

(ضلع سرگودھا)

۱۸ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ یوم الاثنین

کتابت سے کتاب تک ——— ایک ہی نام
جمیل برادرز
——— لیاقت آباد، کراچی ———

Marfat.com

Marfat.com

قادیانیت اپنے آئینے میں **معیار المسیح**

عیسائیت اپنے آئینے میں **عیسائی مذہب**

اہلِ تشیع اپنے آئینے میں **مذہب شیعہ**

باہتمام

مکتبہ کاروانِ قمر

مالک: سید محمد اویس شاہ چشتی قادری
0344-2514370

Marfat.com